حیاتِ شیخ شاہی

تذکرۂ پاک

۱۳۲۹ھ

حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ

مرتبہ

مولوی محمد ابرار حسین صاحب قادری بدایونی ایم۔اے۔

مطبوعہ نظامی پریس بدایوں

۱۴۳۱ھ - ۲۰۱۰ء

حیاتِ شیخ شاہی

تذکرۂ پاک

۱۳۴۹ھ

حضرت سلطان العارفین

قدس سرہٗ

مرتبہ

مولوی محمد ابرار حسین صاحب قادری بدایونی ایم اے

مطبوعہ نظامی پریس۔ بدایوں

~~۱۹۹۶ء~~ سنہ ۱۴۱۷ھ

فہرست مضامین

پبلشر کی گذارش

اللہ کا شکر ہے کہ حیاتِ شیخ شاہی مؤلفہ مولوی ابرار حسین قادری بدایونی (مرحوم) کی کتاب کا پانچواں ایڈیشن شائع ہو رہا ہے۔ صدہا کتابیں تو ایسی ہی ہیں کہ ایک بار چھپنے کے بعد دوبارہ مطبع کا دروازہ تک نہیں دیکھتا۔

وہ کتابیں اور مصنف خوش نصیب ہیں جن کو عوام و خواص میں پسند کیا جاتا ہے اور کئی کئی بار طباعت کی منزلوں سے گذرتی ہیں۔ حیات شیخ شاہی انھیں کتابوں میں سے ایک ہے جس کو عوام اور خواص میں یکسانیت حاصل ہے۔

اس کتاب میں حضرت سلطان العارفین شیخ شاہی قدس سرہٗ کے تفصیلی حالات درج ہیں۔ کتاب کے آخر میں مؤلف نے کچھ اور بزرگوں کے بھی حالات دیئے ہیں جن کا ذکر حضرت سلطان العارفینؒ کے حالات میں آیا ہے۔ اس طرح یہ کتاب بڑی مفید اور کار آمد ہو گئی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ طالبانِ حق اور بزرگانِ دین کے حالات سے دلچسپی رکھنے والے حضرات اس کتاب کو پڑھ کر اپنے ایمان میں تازگی محسوس کریں گے اور دین و دنیا کو اسطوار کرنے کی سعی و کوشش کریں گے۔

میں ڈاکٹر ضیاء الدین انصاری مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی اور ڈاکٹر مسعود حسن صدیقی رجے این میڈیکل کالج مسلم یونیورسٹی کا ممنون ہوں جنھوں نے طباعت سے پہلے کتاب ہذا کی اغلاط کو درست کیا۔

خاکسار

مونس نظامی

جولائی ۱۹۹۶ء

تمہید

اَلحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِینَ ط آج ایک سال کی سعیٔ بلیغ کے بعد "حیاتِ شیخ شاہی" چھپنے کے لئے پریس کو جا رہی ہے۔

بزرگانِ دین کی سوانح عمری لکھنا اور اس کو تاریخی اسناد اور اعتبار کے ساتھ عوام کے سامنے پیش کرنا ایک علمی خدمت ہے۔ اللہ والوں کی دنیا ہماری دنیا سے بالکل نرالی ہے۔ اُن کی زندگی میں جو واقعات گزرتے ہیں وہ منطقی کسوٹی پر نہیں پرکھے جا سکتے چنانچہ اس کی صداقت اسی وقت تک قائم رہتی ہے جب تک اس کے دیکھنے والے لوگ زندہ رہتے ہیں یا ان کے چشم دید واقعات کا وجود اُن کی تحریروں میں باقی رہتا ہے۔

حضرت سلطان العارفین شیخ شاہی سید حسن رسن تاب رحمتہ اللہ علیہ کے واقعاتِ زندگی کے مجلّہ آئینے کو (جن کے زمانۂ حیات کو آج حیات آٹھ صدیاں گزر چکی ہیں اور یہ وہ صدیاں ہیں جن میں ہندوستان کے گوشہ گوشہ کی حالت طرح طرح سے بدلتی رہتی ہے) جسے قدامت کی گرد نے مکدر کر دیا ہے بہر نوع ایک تاریخ کے طالب علم کی حیثیت سے جو کچھ ہو سکا ہے ان چند صفحات کو میں ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں۔ اُمید ہے کہ اربابِ ذوق قدردانی کی نگاہ سے دیکھیں گے اور غلطیوں کو نظر انداز کریں گے۔

اس کتاب کے لکھنے میں مجھ کو جو مشکلات پیش آئی ہیں اُن کا عرض کر دینا بھی مناسب سمجھتا ہوں تاکہ اگر کوئی صاحب کسی موقع پر مکمل سوانح عمری حضرت شیخ شاہی کی تحریر فرمائیں تو اس کو مدِ نظر رکھیں۔

سب سے پہلی مشکل یہ تھی کہ کوئی مکمل کتاب حضرت شیخ شاہی روشن ضمیر کے حالات پر موجود نہیں تھی جس کی وجہ سے واقعات کی صداقت میں اکثر احتمال رہتا ہے۔ دوسری دقّت مجھ کو یہ پیش آئی کہ جن تذکروں میں حضرت کا نام حضرت کے پیر و مرشد کے سلسلے میں آتا ہے ان میں چند سطروں کے سوا کچھ نہیں ملتا اور آپ کی زندگی کے کسی پہلو پر کوئی نظر نہیں ڈالتا۔ تیسری دقّت یہ تھی کہ روایتاً واقعات آپ کی زندگی کے اہلِ شہر کی زبانی سُنے جاتے ہیں اُن پر اعتبار کرنا کتاب کو مستند نہیں بناتا۔ مجھے افسوس کے ساتھ یہ بات کہنی پڑتی ہے کہ جن صاحبان کے پاس شاہی زمانے کے اسناد یا وقف نامے موجود ہیں انھوں نے ان کے دکھانے میں مایوس کُن عذر پیش کیے۔ یہ صرف حضرت شیخ شاہی کا تصرّف اور اللہ تعالیٰ کی عنایت تھی کہ جس نے اس کتاب کو اس حالت پر پہنچایا۔ کتاب کی تصنیف میں مندرجہ ذیل کتب سے مدد لی گئی۔

۱۔ ترجمہ قرآن مجید ۲۔ عوارف المعارف ۳۔ تاریخ فرشتہ ۴۔ آئین اکبری۔ ۵۔ تذکرۃ الواصلین مصنفہ مولوی رضی الدّین صاحب فرشوری بدایونی ۶ اخبار الاخیار فی اسرار الابرار از شاہ عبدالحق دہلوی ۷۔ روضہ صفا۔ تصنیف حضرت اکرام اللہ محشر بدایونی (قلمی نسخہ) ۸۔ رسالہ سیر الاقطاب۔ تالیف شیخ اللہ دیا بزبان فارسی ۹۔ حدیقۃ الاولیا مفتی غلام سرور لاہوری ۱۰۔ کنز التاریخ مصنفہ

مولوی رضی الدّین صاحب فرشوری بدایوں ۱۱۔ تذکرہ اولیائے ہند اردو از مرزا محمد اختر دہلوی ۱۲۔ خزینۃ الاصفیا جلد اول فارسی از مفتی غلام سرور لاہوری ۱۳۔ تاریخ شیخ شاہی از مولوی امانت حسین دانشمندی بدایونی (قلمی نسخہ فارسی) ۱۴۔ ترجمہ تاریخ مذکورہ از مولوی افتخار الدّین بدایونی (قلمی) حسب ذیل کتب کا مطالعہ کیا گیا۔

(۱) مقدمہ تاریخ ابن خلدون (۲) فقرائے اسلام از مولانا عبدالسلام ندوی (۳) معرفتہ السلوک حضرت غوث پاک (۴) ظہیر الاصفیا ترجمہ تذکرۃ الاولیاء۔

قبل اس کے کہ تمہید کو ختم کیا جائے میں اُن حضرات کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنھوں نے اس کتاب کی تیاری میں میری مدد کی ہے۔

۱۔ جناب محمد حبیب صاحب بی اے (آکسن) پروفیسر تاریخ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے اپنے کتب خانے کے دیکھنے کی اجازت دی اور اکثر مفید مشورے بھی دیئے۔

۲۔ محبّی مولانا ضیاء احمد صاحب بدایونی ایم اے لکچرر فارسی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ آپ نے مسودے کے پڑھنے اور درست کرنے کی زحمت گوارہ کی۔

۳۔ میرے عزیز شاگرد اور مخلص دوست سیّد نصیر شاہ عرف احمد میاں فرزند متبنٰے نواب شیخ عبدالغفار صاحب شیخوپوری نے اس کی طباعت میں حصّہ لیا۔

۴۔ منشی سردار مرزا مرادآبادی نے مسودہ کو صاف کرنے کی زحمت گوارا کی۔

بدایوں محلہ سوتھ
یکم جولائی سنہ ۱۹۳۰ء

خاکسار ابرار حسین قادری
بدایونی

حالاتِ مؤلف

"حیات شیخ شاہی" کے مؤلف محمد ابرار حسین قادری مرحوم اردو کے مشہور شاعر، ادیب نیز معروف صوفی بزرگ ہیں۔ آپ سلسلۂ قادریہ کے اہم اکابرین میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کو حضرت سلطان العارفین شیخ شاہی سید حسنؒ سے جو محبت اور حسن عقیدت ہے جس کا اظہار آپ کی زیرِ نظر تالیف کے ایک ایک حرف سے ہوتا ہے۔

مولوی صاحب کی ولادت ۱۸۹۶ء میں بدایوں میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والدِ بزرگوار جناب ذوالفقار حسین صاحب کی زیرِ نگرانی ہوئی۔ اعلیٰ تعلیم علی گڑھ میں ہوئی۔ یہیں سے آپ نے جغرافیہ میں ایم اے کیا۔ ازاں بعد یہیں بحیثیت لکچرار جغرافیہ خدمت انجام دی۔

آپکی ابتدائی تعلیم چونکہ روایتی طور پر مذہبی طرز پر ہوئی تھی اس لئے آپ پر ہمیشہ مذہب کا غلبہ رہا۔ تصوف کی طرف میلان زیادہ رہا۔ چنانچہ سلسلۂ قادریہ میں شرفِ بیعت حاصل کیا۔ مزاج میں استغنا تھا۔ صوفیانہ شان اور درویشانہ مزاج کے حامل تھے۔ آپ انتہائی وسیع المشرب، وسیع القلب اور کشادہ ذہن رکھتے تھے۔ کسی کی طرف سے کدورت رکھ کر کبھی اپنے قلب کو آلودہ نہیں کیا۔ مرنجاں مرنج شخصیت کے مالک تھے۔ ہر مسلک اور ہر سلسلہ کے بزرگوں سے عقیدت رکھتے تھے۔ مسلم

یونیورسٹی میں درس وتدریس کا زمانہ بہت کامیاب رہا۔ طلبہ اور اساتذہ میں یکساں مقبول تھے اور ادب واحترام کی نظروں سے دیکھے جاتے تھے۔ یہیں ۲۵ دسمبر ۱۹۴۹ء کو صرف پچپن برس کے سن میں انتقال فرمایا اور یونیورسٹی کے قبرستان میں آسودۂ خواب ہوئے۔

درس تدریس کے ساتھ مولوی صاحب کو تصنیف وتالیف سے شغف تھا۔ چنانچہ آپکی علمی یادگاروں میں رابندرناتھ ٹیگور کی گیتانجلی کا منظوم اردو ترجمہ اور جغرافیۂ ایشیا خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں، زیرِنظر تالیف "حیاتِ شیخ شاہی" جس کا تاریخی نام آپ نے "تذکرۂ پاک" تجویز فرمایا ہے اپنے موضوع اور مواد کی مناسبت سے انتہائی موزوں ہے اس میں آپ نے حضرت سلطان العارفین اور آپکے ضمن میں دیگر بزرگانِ دین کے حالاتِ زندگی انتہائی محنت۔ تحقیق اور جانفشانی سے قلمبند فرمائے ہیں۔

پبلشر

حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کا شجرہ تعلیم و تربیت

حضرت اکرام اللہ محشر بدایونی اپنی تصنیف روضۂ صفا" میں لکھتے ہیں کہ شیر بیشۂ عظمت سلطان قلمرو کرامت معتصم حبل المتین و تقدیر سلطان العارفین شیخ حسن رسن تاب، حروف الملقب شیخ شاہی روشن ضمیر، اصل پاک او را از بدایوں زمین اور ادر بارگاہ قدس کبریا الٰہی شان رفیع و مرتبہ عالیت بحکم الکسب و توکل حالتی تکیہ بر عبادت زدہ بکسب رسن تابی میگزارید در بعض کتب ایشاں را شیخ شاہی روشن ضمیر موئے تاب ذکر کردہ اند۔ بیعت در سلسلۂ سہروردیہ روشن ضمیر با قاضی حمیدالدین ناگوری کہ از اکمل اولیا زمان و علماء عصر۔ مرید حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی بودند۔

خاندان: حضرت شیخ شاہی روشن ضمیر خاندان سادات سے ہیں۔ کتاب" عظمت الاولیاء" مرتبہ خواجہ علی اصغر مشہور بہ علاؤالدین موج دریا بن خواجہ بدرالدین سلیمان بن شیخ فریدالدین شکر گنج اجودھنی چشتی قدس سرہٗ میں ہے۔ حضرت کے مورث اعلیٰ حضرت سید رشید بن حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ہیں۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے ۲ دو صاحبزادے تھے۔ فرزند بزرگ حضرت علی رضا علیہ السلام جو جانشین ہوئے۔ دوسرے بیٹے حضرت سید رشید علیہ الرحمۃ تھے جن کی نسل میں خواجہ حسن موئے تاب شیخ شاہی ہیں۔ اس طرح حضرت شیخ شاہی سے حضرت امام مظلوم تک چودہ پشتیں ہوتی ہیں۔

دنیا نیک اور خاموش لوگوں کے لئے ہمیشہ ابتلا اور پریشانی کی جگہ رہی

ہے۔ کیسے کیسے باکمال اس رسیایے کی کینہ پروری کی وجہ سے پست و خوار ہوئے
بنو عباس نے اہلِ بیت کی مدد کے لئے اسلامی ممالک میں بہت کچھ پروپیگنڈہ کر
لوگوں کو جب بنو اُمیّہ کے خلاف سازش پر تیار کر دیا اور جابجا بغاوتیں ہونے
لگیں اُس وقت بجائے اولاد علیؓ کے خود دعویدار سلطنت ہو بیٹھے۔ دراصل
خاندانِ عباسیہ کے خلاف یہ ایک بڑا اخلاقی جرم ہے کہ اُنھوں نے اہلِ بیت
نام و نشان مٹانے کے لئے طرح طرح کے وسیلے و فریب کئے۔ اگر یزید حضرت امام
حسین علیہ السلام کے قتل کا مجرم ہے تو ہارون و مامون صدہا فرزندانِ حسین کے
خون کے مجرم ہیں۔ جب ہارون رشید بغداد کا خلیفہ ہوا تو حضرت امام موسیٰ
کاظم علیہ السلام کو اپنے ہمراہ مدینہ سے بغداد لے گیا اور وہاں امام علیہ السلام کو مقید
کر دیا۔ اور کچھ عرصہ بعد یحییٰ بن خالد برمکی کے ذریعے اُن کو زہر سے ہلاک کرایا
جب سادات پر عباسیوں کے ظلم آوری نے عراق اور عجم میں عرصۂ عالم تنگ کر
تو وہ بیچارے جان بچانے کے لئے اِدھر اُدھر بھاگ کھڑے ہوئے۔ چنانچہ سید رش
فرزند کوچک حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بغداد سے بھاگ کر مدینہ منوّرہ
تشریف لائے اور وہاں چندے قیام کر کے بہ خیالِ تحفظِ جان۔ یمن کو روانہ
ہوئے۔ وہاں پہنچ کر خدا تعالیٰ کا ان پر فضل ہوا۔ سلطان کے دربار میں
جب سلطان کو حضرت کے حسب و نسب سے واقفیت ہوئی اور وہ آپ کے فضل
وکمال سے مطلع ہوا تو اس نے حضرت کو اپنی فرزندی میں لے لیا۔ چنانچہ شاہزادی
کے بطن سے سید حسام الدین پیدا ہوئے۔ سلطان نے بچے کو اپنی تربیت میں
رکھا اور اس کو اپنا ولی عہد مقرر کیا۔ حضرت سید سلطان حسام الدین یمنی

کی اولاد تختِ یمن پر عرصہ تک متمکن رہی۔ بالآخر سلطنت کا زوال ہونا شروع ہوا۔ یمنی خاندان حسام الدین کے خلاف سازشیں کرنے لگے، سید ابراہیم یمنی جب بادشاہ ہوئے تو اہلِ یمن نے بغاوت کر کے اُن کو تخت سے اتار دیا۔ نئے سلطان نے کچھ تھوڑی سی جاگیر بطور امداد آپکے لئے چھوڑ دی تھی آپکے دو فرزند تھے ایک سید محمود دوسرے سید عزیز الدین ان لوگوں کو جب یمن میں تکلیف ہونے لگی تو اپنے والد کے ساتھ یمن سے بخارا تشریف لائے۔ سید ابراہیم نے اپنے ہمراہ خزانۂ شاہی سے ایک نسخہ قرآن مجید کا جو حضرت مولا علیؓ کے دستِ مبارک کا لکھا ہوا تھا جس کو سید موصوف ہمیشہ سفر و حضر میں اپنے ہمراہ رکھتے تھے لیا۔ ۱۲ھ میں سید ابراہیم یمنی بخارا میں رونق افروز ہوئے تھے۔ امیر بخارا نے ان کی بڑی عظمت کی۔ اور گذارے کے لئے ایک بڑی جاگیر آپکے نام کر دی۔ یہ زمانہ بخارا کی تاریخ میں ایک روشن زمانہ ہے اس وقت شہر بخارا بڑے مشائخ اور علماء کا دارالقرار اور اکابر و فضلا کا ملجا بنا ہوا تھا۔ جو چھوٹے بڑے کو علوم و فنون کا ذوق شوق تھا یہی زمانہ ہے کہ جب بخارا کی شہرت بہ حیثیت جامعہ اسلامیہ کے ہوئی ہے حضرت قاضی حمید الدین ناگوری اپنے ملفوظات میں لکھتے ہیں کہ امیر بخارا کو سید ابراہیم یمنی سے خاص خلوص تھا۔ اس کی ہمیشہ یہ خواہش رہتی کہ سید موصوف کے دل سے سلطنت جاتی رہنے کا خیال محو ہو جائے۔ اس وجہ سے وہ ہمیشہ آپکو سفر و حضر میں اپنے ساتھ رکھتا تھا اور طرح طرح سے آپکی دلجوئی کرتا۔ آپکے دونوں بیٹوں کی شادیاں بخارا میں ہوئیں۔ خواجہ سید محمود کی شادی مسماۃ بنت سید خواجہ سلیمان بخاری کے ساتھ اور سید خواجہ عزیز الدین احمد کی شادی

مشہور بی بی طواماں دختر خواجہ سیّد جلال
بی بی طیب صرف بی بی طوئی
بخاری کے ساتھ ہوئی تھی بی بی صاحبہ شاہ بخارا کی چچا زاد بہن کی لڑکی
حضرت شیخ شاہی سید حسن رسن تاب حضرت سلطان العارفین قدس سرہٗ کی
ماجدہ ہیں۔ ملک شمس الدّین التمش کی نظامت کے زمانہ میں آپکے والد ماجد
مع اہل وعیال بدایوں تشریف لاکر مقیم ہوئے۔ بدایوں کی تاریخ میں یہ زمانہ
جبکہ علماء ومشائخ سے سارا شہر بھرا ہوا تھا جس کی بدولت بدایوں آج تک
الاسلام اور مدینۃ العلم کہلاتا ہے۔ اسی زمانہ میں ملک شمس الدّین التمش کے
سے جامع مسجد شمسی تعمیر ہوئی۔ حضرت سید عزیز الدّین والد ماجد حضرت شیخ
بدایوں میں آکر جامع مسجد شمسی کے قریب مقیم ہوئے جہاں لوگوں نے
یادگار ایک حجرہ تعمیر کردیا ہے۔ خواجہ موصوف اطمینان اور فارغ البالی
کے ساتھ اوقات گزاری کرتے رہے۔ اُن کے بڑے صاحبزادے حضرت خواجہ
سید حسن شیخ شاہی روشن ضمیر ہیں۔ آپکے دوسرے بھائی حضرت خواجہ
عثمان بخاری بدایونی ہیں جو حضرت شیخ شاہی کے مزار کے قریب آسودۂ خواب
تیسرے بھائی آپکے حضرت خواجہ ابو بکر بدرالدین موئے تاب جو شاہ ولایت
اور حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اویسی علیہ الرحمۃ
کے خلیفہ ہیں۔ عیدگاہ شمسی کے عقب میں مدفون ہیں آپ کا نام دُور دُور
تک مشہور رہے۔ چوتھے بھائی حضرت خواجہ سید عمر بخاری بدایونی ہیں جن کے
احوال کی فکر و جستجو کر رہا ہوں

شجرہ

۱۔ حضرت خواجہ سید حسن شیخ شاہی روشن ضمیر رسن تاب سہروردی قدس سرہٗ
۲۔ سید عزیز الدّین احمد ملتانی رح
۳۔ خواجہ سید ابراہیم یمنی بخاری پرسپہ سالار
۴۔ خواجہ سید محمد سمعان یمنی۔
۵۔ خواجہ سید احمد ذکریا یمنی
۶۔ سید اسحاق یمنی
۷۔ سیّد احسن یمنی
۸۔ سیّد معروف یمنی
۹۔ سیّد حسام الدّین
۱۰۔ سیّد رشید مدنی
۱۱۔ سیّدنا امام موسیٰ کاظم علیہ السلام
۱۲۔ سیّدنا امام جعفر صادق علیہ السلام
۱۳۔ سیّدنا امام محمد باقر علیہ السّلام
۱۴۔ سیّدنا امام علی المعروف بزین العابدین علیہ السّلام
۱۵۔ سیّدنا امام حسین علیہ السلام
۱۶۔ سیّدنا حضرت مولا علی علیہ السلام

(از ملفوظاتِ حمیدیہ)

اتبّاعِ سُنّت

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں (سورۂ یوسف کے بارہویں رکوع میں اسلام کی تعلیم کا یوں ذکر کرتا ہے۔

"آسمانوں اور زمین میں کتنی نشانیاں قدرت کی ہیں جن پر لوگ گذرتے ہیں اور کچھ پرواہ نہیں کرتے ان میں اکثر ایسے ہیں کہ اللہ پر ایمان بھی لاتے ہیں اور شرک بھی کرتے ہیں کیا یہ ڈرتے نہیں کہ اللہ کے عذاب کی آفت انھیں آگھیرے یا ناگہاں اُن

پر قیامت آجائے اور انھیں خبر بھی نہ ہو۔ اے محمد کہہ دو میرا طریقہ تو یہ ہے
کہ اللہ کی طرف سے بلاتا ہوں اور میرے پیرو معقول راستہ پر ہیں۔ اللہ پاک ہے
اور میں مشرک نہیں ہوں اے محمدؐ تم سے پہلے بھی بستیوں کے رہنے والے مردوں
کو ہم رسول بناتے تھے اور ان پر وحی بھیجی تھی کیا یہ لوگ ملک کی سیر نہیں کرتے کہ
دیکھیں ان سے پہلے لوگوں کا انجام کیا ہوا پرہیزگاروں کے لئے آخرت کا گھر بہتر
ہے کیا تم لوگ اتنا بھی نہیں سمجھتے پہلے بھی لوگ رسولوں کو جھٹلاتے تھے اور
جب رسولوں کو یہ واہمہ ہوتا تھا کہ کہیں ہم سے وعدہ خلافی تو نہیں کی گئی
تو ہماری مدد ان کے پاس آتی تھی اور پھر جس کو ہم چاہتے تھے بچا لیتے تھے اور
گنہگار لوگوں پر سے ہمارا عذاب ٹل نہیں سکتا۔ ان لوگوں کے حالات میں سمجھ رکھنے
والوں کے لئے بڑی عبرت ہے۔ یہ قرآن کوئی بنائی ہوئی بات نہیں ہے بلکہ ان
الہامی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے جو اس سے پہلے سے ہیں اس میں ہر شے کی
تفصیل ہے اور مومنوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔

قرآن کریم کی اس تعلیم کو دنیا میں پھیلانے کے لئے ایک باکمال استاد کی
ضرورت تھی۔ اللہ جلّ شانہٗ نے اس کام کے انجام دینے کے لئے ایک کامل انسان جناب
رسول مقبولؐ کی ذاتِ بابرکت کو منتخب فرمایا۔ خود اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے کہ ہم نے
ایسے رسول کو تم پر رسول بنا کر بھیجا ہے جو تم ہی میں سے ہے جو بڑا امین ہے جو بڑی مہربانی
اور شفقت کے ساتھ تم کو اللہ کی طرف بلاتا ہے چنانچہ جب انسانِ کامل
نے اپنی تعلیم ظاہری و باطنی سے لوگوں کو مستفیض کرنا شروع کیا تو چند

سال میں اہلِ عرب کی حالت سدھرنا شروع ہو گئی تمام گمراہیاں اور
ریاں صفحۂ عالم سے حرفِ غلط کی طرح مٹ گئیں حضرت رسولِ مقبول صلوٰۃ و تسلیم
فعل، ہر قول اتباع کے قابل ہے۔ صحابہ کرام رات دن اسی سعی میں رہتے تھے کہ جنا
لتِ پناہ کے ہر قول اور ہر فعل کو دیکھیں، سمجھیں اور اس پر عمل کریں۔ حضرت کی
کا نہایت آسان طریقہ تھا۔ اس استادِ کامل نے اپنے طالبان کو تعلیم دیتے وقت
لیا تھا اور ٹھیک سمجھا تھا کہ مثال اور تلقین دونوں اس طریقے سے ملا کر سکھائی
کہ بلا زحمت سیکھنے والا اس سے فائدہ حاصل کرتا رہے۔ چنانچہ قریب قریب
کی زندگی جناب رسول علیہ صلوٰۃ و تسلیم کی صحابہ کرام کے سامنے تھی۔ آنحضرت
ئی فعل پوشیدگی میں نہیں ہوتا تھا۔ نہ کوئی محکمۂ رازداری تھا جو سیاست
ار کا پشت پناہ سمجھا جاتا۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم صبح صادق
حجرہ شریف سے اٹھ کر مسجد نبوی میں تشریف لاتے اور صحابہ کرام کے ساتھ
فجر ادا فرماتے بعد ازاں دنیوی کاموں میں لوگوں کو مشغول ہونے کی اجازت
جاتی جو کام خود آنحضرت کے سپرد ہوتا خواہ وہ خندق کے کھودنے کا ہو یا فوج
تیاری کا یا شہر مدینہ کے مہاجرین اور انصار کے بچوں کی دیکھ بھال کا اس میں
ور مشغول ہو جاتے۔ جناب رسالت پناہ نے اپنی تمام عمر میں ایک وقت بھی
تا کسی سے مانگ کر نہ کھایا۔ ہمیشہ جائز محنت و مشقت سے قوت حاصل کر کے
کھاتے اور مستحقین کو تقسیم کیا کرتے۔ یہ امر متفقہ ہے کہ اکثر خشک چھوارے
تھوڑی سی جو کی روٹی پر ہی گزر ہوتی تھی اور اگر کھانے کے وقت کوئی سا
کھانا تو نہایت خوشی اور شوق سے حضرت اپنا کھانا اس کو پیش کر دیتے اور خود

اللہ کا شکر کر کے کارِ ضروری میں مشغول ہو جاتے ۔ نمازِ پنجگانہ باجماعت مسجد
نبوی میں ادا کرتے ۔ امامت خود فرمایا کرتے تھے اور ہر نماز کے بعد تلقین و ہدایت
فرماتے ۔ کبھی ترشروئی اور تند خوئی سے کسی سے پیش نہ آتے ۔ اللہ تعالیٰ کے احکام
وعن لوگوں تک پہنچاتے اور ہمیشہ نرمی اور تلطف سے ارشاد فرماتے ۔ قرآن
کا کوئی حکم ایسا نہیں تھا جس کو حضور مقبول صلوٰۃ و تسلیم نے اپنے صحابہ کرام کو عمل
پورا نہ کرا دیا ہو ۔ آپکے اخلاقِ حسنہ ایسے ہیں جو اخلاقیات کی بڑی سے بڑی کسوٹی
پر کامیابی کے ساتھ کسے جا سکتے ہیں ۔ یہی افعال حضرت سرورِ عالم جناب رسول
مقبول صلوٰۃ و تسلیم کے مسلمانوں کیلئے سنّت ہیں جن کا اتّباع ہم پر واجب ہے
خود جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اے میرے فرزند اگر تو صبح
و شام ایسا کر سکے کہ تیری نیت میں کسی سے کینہ اور بدخواہی نہ ہو تو کر ۔ بعد اس کے آپ
نے فرمایا کہ اے فرزند یہ میری سُنّت ہے اور جس نے میری سُنّت کو زندہ کیا اس نے مجھ
کو زندہ کیا اور جس نے مجھ کو زندہ کیا وہ میرے ساتھ بہشت میں ہوگا ۔ صوفیائے کرام
وہی لوگ ہیں جنھوں نے اس سنّت کو زندہ کیا اور اپنے سینوں کو بدخواہی سے
صاف کیا ۔ اُن کی فضیلت کا سبب یہ ہے کہ انھوں نے دنیا میں زہد کیا اور
دنیا کو دنیا داروں اور اس کے طالبوں کے لئے چھوڑ دیا ۔ اس لئے کینہ اور نفاق
دنیا اور اہلِ دنیا کے نزدیک اقتدار اور وجاہت بڑھانے کا ذریعہ ہے ۔ یہ لوگ
وہ مبارک ہستیاں ہیں جو اپنے وجود کو دوسروں کے مقابلہ میں ناچیز و حقیر سمجھتی ہیں
ان کی کوشش اپنے نفس کو پاک کرنے اور نجاست سے محفوظ رکھنے کی ہوتی ہے
اللہ تعالیٰ ان کے سینوں سے کینہ اور بغض باہر نکال لیتا ہے جو ایک شخص کو اپنے

ہم جنس پر تکبر اور تشخیص کی طرف مائل کرتا ہے جو شخص اتباعِ رسول میں بڑھا
ہوا ہے وہی صوفیائے کرام میں زیادہ بڑے مرتبے کا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو کچھ
رسول مقبول تمہارے پاس لائے اس کو لو اور قبول کرو اور جن چیزوں سے تمہیں روکتے
ہیں اُن سے باز رہو صوفیائے کرام اپنے اعمال میں یہی جد و جہد کرتے ہیں کہ جناب
رسول مقبول کا پورا اتباع ہو۔ ان بزرگوں کی کوشش رہتی ہے کہ عبادت، تہجد، نوافل
روزہ نماز، غرض جملہ افعال میں پورا پورا حضورِ مقبول کا اتباع ہو، اقوال اور افعال
میں دُنیا کے جملہ کاروبار میں لوگوں سے اخلاق اور آداب میں اپنے سامنے رسولِ مقبول
کی زندگی کو نمونہ بنائے ہوئے ہیں ان کا تعلق لوگوں کے ساتھ حیا اور حلم سے صلح
اور عفو سے راحت اور شفقت سے مدارات اور نصیحت سے سخاوت اور تواضع
سے ہوتا ہے۔ اس کے سوا وہ اللہ سے ڈرتے اور رسولؐ کی تعظیم کرتے ہیں۔ رضا
صبر زہد اور توکل کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ ہم حضرت شیخ شاہی روشن ضمیر جناب س
خواجہ حسن رسن تاب کی زندگی پورے طور پر اتباعِ رسولِ نبوی کے مطابق پاتے ہیں
حضرت شیخ شاہی حضرت حاجی حسام الدّین عرف حاجی جمال ملتان صاحب کے خاص
شاگردوں میں ہیں۔ حضرت حاجی صاحب سے آپ نے منطق، فقہ، تفسیر اور حدیث
کی تکمیل کی۔ اس کے بعد تصوّف کی طرف توجہ فرمائی۔ عبادت اور ریاضت میں
کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا، سنتِ نبوی کے اتباع میں سر مو فرق نہ آنے دیا، خاندانِ سہر
میں حضرت قاضی محمد حمید الدّین ناگوری قدس سرہٗ العزیز کے ہاتھ پر بیعت فرمائی
اور خلیفہ ہوئے۔ حاجی صاحب نے اپنے زمانۂ حیات میں صرف چار مرید کئے اور
اُن میں سے ہر ایک کو رتبۂ کمال پر پہنچایا۔ حضرت شیخ کے کمال اور فضیلت کا یہ عالم

کہ جس وقت حاجی صاحب نے ان کو خرقہ عطا کیا تو شیخ محمود نے (جو حضرت خواجہ
قطب الدین کے خاص طالبین اور مصاحبین میں تھے اور بہت کچھ حضرت خواجہ
کی صحبت سے برکتیں حاصل کی تھیں کہلا بھیجا کہ میں نے آج شیخ شاہی رسن تاب
کو خرقہ پہنایا ہے آپکو یہ بات پسند ہے کہ نہیں، حضرت شیخ محمود نے فرمایا کہ جو کچھ
آپ کرتے ہیں اس کو اللہ پسند کرتا ہے۔ حضرت حاجی صاحب شیخ شاہی کی
سعادت کشفی و کمال عرفان دیکھ کر آپکو روشن ضمیر کہا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے
روشن ضمیر آپکا خطاب ہو گیا۔ اتباعِ سُنّتِ نبوی میں اس درجہ کمال تھا کہ حضرت
شیخ شاہی کبھی لوگوں سے نذر و نیاز قبول نہ کرتے بلکہ رسیاں بٹ کر یا قرآن
مجید لکھ کر کسبِ معاش کیا کرتے تھے جس وقت آپ مسند فضل و کمال پر بیٹھے تھے
اس وقت سلطان شمس الدین التمش جیسا صاحب کمال صاحبِ بصیرت علم دوست
اور اہل اللہ کا قدردان موجود تھا اگر ذرا اشارہ پاتا تو بڑی بڑی جاگیریں اور معافیاں
نذر ہو جاتیں لیکن فقر کا دولتِ دنیا سے کیا سروکار، کیا حضرت شیخ شاہی عمدہ کھانے
اور نرم کپڑے پہن کر حضرت رسول اللہ کی اس سنّت کا اتباع کر سکتے تھے کہ اکثر راتوں کو
جناب رسالت مآب اللہ کا شکر کر کے بھوکے سو جاتے تھے کیونکہ خانۂ نبوی میں کوئی چیز رات
کو کھانے کیلئے موجود نہ ہوتی تھی۔ سچ تو یہ ہے کہ شیخ شاہی کی زندگی حضرت رسول مقبول
صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اتباع کا پورا نمونہ تھی آپکے اور حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین
بختیار کاکی اوشی قدس سرہٗ کے باہم بہت کچھ اخلاص اور محبت تھی۔ کبھی آپکو کسی سے
نہ بغض ہوا نہ عداوت۔ اپنے مریدوں کے ساتھ نہایت شفقت اور تلطف کا برتاؤ
کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ جناب شیخ شاہی اپنے دوستوں کے ساتھ کہیں باہر

تشریف لے گئے اور وہاں کھیر پکائی جب کھیر سامنے آئی اور حضرت نے اس پر نظر ڈالی تو فرمایا کہ اس میں خیانت کی گئی ہے۔ درویشوں کے طریقہ میں یہ ایک بڑی خطا ہے۔ شیخ شاہی نے ان دوستوں سے جو پکا کر لائے تھے اقرار کرنے پر اصرار فرمایا۔ بالآخر ان کو کہنا پڑا کہ دودھ اُبھن کر دیگچی سے باہر نکل رہا تھا ہم نے یہ سمجھ کر کہ جو چیز زمین پر گر کر ضائع ہو جائے اس کو جائز استعمال میں لے آئیں۔ کھالیا۔ آپ نے فرمایا یہ تم نے بُرا کیا اگر جلنے دیا ہوتا۔ حاضرین نے عرض کیا کہ اس خطا کی تلافی کیا صورت ہو سکتی ہے۔ فوائد الفواد، اخبار الاخیار و دیگر تذکروں میں لکھا ہے کہ آپ نے اُن لوگوں کو دھوپ میں کھڑا ہونے کا حکم دیا اور فرمایا کہ جس قدر دودھ پیا ہے اتنا ہی پسینہ اُن کے بدن سے نکلنا چاہیئے۔ موسم گرمی کا تھا۔ تھوڑی دیر میں دھوپ کی تیزی سے پسینہ نکلنے لگا۔ آپ نے ان دو صاحبوں کو اپنے پاس سایہ میں بُلا کر نہایت شفقت سے بٹھایا اور فرمایا کہ میں نے تم کو سزا دینے یا تکلیف برداشت کرنے کے لئے دھوپ میں نہیں بھیجا تھا۔ بلکہ جو خیانت تم سے سرزد ہوئی تھی اس سے تم کو معافی حاصل کر لینا اس دُنیا میں زیادہ مناسب تھا۔ آئندہ ایسی حرکت نہ کرنا اور ساتھ ہی آپ نے حجام کو طلب کیا اور فرمایا کہ میری فصد کھول کر اسی قدر خون میرے جسم سے نکال دو جتنا پسینہ میرے دوستوں کے جسم سے نکلا ہے چنانچہ جب خون جسم سے نکال دیا گیا اس وقت آپکو قرار آیا۔

حضرت کا اتباع سُنّت میں یہ معمول تھا کہ صبح صادق کو اُٹھ کر اور وضو فرما کر مسجد شمسی میں تشریف لے جایا کرتے اور نماز باجماعت ادا کرتے۔ اس معمول میں کبھی فرق نہ آنے دیا۔ جو وقت عبادت اور ریاضت سے بچتا اس میں اپنے پیر و مرشد کی تعمیل کے مطابق بندگانِ خدا کی خدمت میں شب و روز مشغول رہتے اور لوگوں کو نیک

باتیں سکھاتے اور برے کاموں سے روکتے۔ آج بھی بدایوں میں آپ کا روحانی
فیض ہے کہ لوگ اکثر مذموم باتوں سے بچے ہوئے ہیں اور جو شخص آپ کے مزار پر حاضر
ہوتا ہے وہ بالطبع کوشش کرتا ہے کہ طہارت ظاہری و باطنی کے ساتھ حاضر دربار
ہو۔ جب ایسی پاک ہستیاں ہماری ہدایت کے لئے موجود ہوں تو ہم کو اپنے
خوش آئند مستقبل سے مایوس نہ ہونا چاہیئے۔

شیخ، خرقہ اور خانقاہ

اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل و کرم تھا کہ اس نے ہماری ہدایت کے لئے قرآن حکیم
نازل فرمایا اور ہماری تعلیم کے لئے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رسول
بنا کر بھیجا۔

وہ کیا مبارک زمانہ تھا جب رسالت مآب صحابہ کرام کے حلقے کے شیخ تھے
اور اللہ اور اس کی مخلوق کے ساتھ ربط اور وابستگی کے نکات اور اسرار کی
تعلیم دے رہے تھے۔ اسی تعلیم کی برکت تھی کہ گروہ صحابہ کا ایک ایک فرد عبادت
اور صداقت صلاح و تقویٰ نظم و ضبط میں فائق ہو کر سپہر شہرت پر درخشاں ہوا
جب اس مدرسے سے یہ گروہ اپنی تعلیم دانش و بینش ختم کر کے میدانِ عمل میں آیا تو دنیا اس
کی عظمت و جلالت سے دنگ رہ گئی۔ اس مدرسہ کا ہر متعلم اخلاق ظاہری و باطنی
سے آراستہ تھا ان کو استاد کی نگرانی، استاد کی شفقت، استاد کی روشن ضمیری
اور طریقہ تعلیم نے جملہ نقائص اور عیوب سے پاک و صاف کر کے اللہ کی محبت اور

رضا جوئی کی اعلیٰ سند اور خلق اللہ کی اصلاح کرنے اور آرام پہنچانے کے بہترین اصول سکھا کر اور تجربہ کرا کر مدرسہ سے نکالا تھا یہی وجہ تھی کہ اُن کے روبرو تمام سلطنتیں ادیان اور تمدّن سے عاجز ہو کر حلقہ بگوش ہو گئے صحابہ کرام نے فتوحات کے زمانہ میں جس تنظیم تحمل اور تدبیر کا اظہار کیا ہے اس کی مثال آج تک کوئی فوج یا نظام اصلاح نہیں پیش کر سکا۔ جناب رسالتِ مآب اپنے زمانۂ حیات میں اہل صُفہ میں سے لوگوں کو ہدایت اور تلقین کے لئے قبائل عرب میں بھیجتے تھے۔ خلیفۂ اوّل کے زمانہ میں جب کوئی نیا ملک فتح ہوتا تو سیاسی انتظام کے ساتھ قرآنِ حکیم کی ترویج اور تعلیم کے لئے مقتدر صحابہ کرام مقرر کئے جاتے جن کے فیضِ صحبت اور حُسنِ اخلاق کا یہ اثر ہوتا کہ مفتوح اقوام اسلام کی خوبیوں سے واقف ہو کر گروہ در گروہ اس میں داخل ہوتیں۔ چنانچہ جتنے ممالک عربوں نے صحابہ کرام کے زمانہ میں فتح کئے ہیں ان میں آج تک قرآنِ حکیم کا تمدن اور عربی زبان رائج ہے۔ اس کامیابی کا حاصل کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے کیونکہ قومیں اپنی مادری زبان اور قدیم ملّت کو بڑی مشکل سے چھوڑتی ہیں۔ ہمارے پاس یورپ ایشیا اور افریقہ کی تاریخ کی صدہا مثالیں ایسی موجود ہیں جہاں سلطنت کی طرف سے تشدد اور تلطف دونوں عمل میں آئے مگر پھر بھی رعایا نے اپنی زبان اور رواجِ مذہبی میں کوئی تغیّر گوارا نہ کیا۔ السس اور لورین میں اہل جرمنی نے پچاس برس کوشش کی کہ فرنچ زبان کے بجائے جرمن زبان رائج ہو جائے مگر ناکام رہے۔ مغلوں کے زمانے میں آج تک ہندوستان میں یہی کوشش جاری رہی مگر نتیجہ خاطر خواہ نہیں نکلا یہی حال مذہب کی تبدیلی کا ہے۔ اہلِ اسپین عرق ریز کوشش کر کے تھک گئے کہ ڈچ لوگوں کو پروٹسٹنٹ سے کیتھولک بنا لیں مگر آخر

میں اُن کو شکست اور نقصان کے ساتھ بھاگنا پڑا۔ ہندوستان اور افریقہ
مسیحی مبلغ سَو دو سو برس سے مذہب کی اشاعت میں طرح طرح سے کوشش
تھے مگر نتیجہ خاطر خواہ برآمد ہوا اور نہ آئندہ اس کی اُمید۔ مصنّف حقیر اپنے ذاتی
تجربے سے کہہ سکتا ہے کہ مستقل بارہ سال روزمرّہ انجیلِ مقدّس کا سبق پڑھ
اور شب و روز نیک و پسندیدہ اطوار فاضل پادریوں کی صحبت میں رہا مگر ایک
لمحہ کے لئے بھی اپنے مذہب کی طرف سے کوئی شبہ یا تبدیلی کا خیال دل میں پیدا نہ
تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سیاست، تجارت، تسخیرِ ممالک،
درس و تدریس اشاعتِ مذہب کے لئے اس متحدہ اور منظم کوشش کو پہلے مسلمانوں
ہی نے دنیا میں رواج دیا۔ جب صحابہ کرام رفتہ رفتہ دنیا سے رحلت فرمانے لگے
ضرورت محسوس ہوئی کہ مذہبی تعلیم اور روحانی تعلیم کے واسطے کوئی خاص انتظام
کیا جائے اس وقت علمائے مذہب کی تعلیم اور صوفیا روحانی تعلیم پر مامور ہوئے

(آلِ عمران چوتھا پارہ ۱۱ ع)

ایمان والو اللہ سے ڈرو جیسا حق ہے اس سے ڈرنے کا اور مسلمان ہی
تم سب مل کر اللہ کی رسّی کو مضبوط پکڑ لو اور اس میں پھوٹ نہ ڈالو" اس رکوع
میں ارشاد ہوا ہے کہ تم راہِ راست پر آجاؤ۔ تم میں ایک ایسی جماعت ہونا چاہیے
بھلائی کی طرف بلائے اچھی بات کا حکم دے اور بُری بات سے منع کرے۔ ایسے
ہی لوگوں کے لئے فلاح ہے یعنی ایک گروہ علماء کا قرآن اور حدیث کی تعلیم
اور دوسرا گروہ طریقت کے آداب اور رموز سکھائے یوں سمجھئے کہ عالم فقیہ کی ہدایت
... لوازم وضو پورے کر کے نماز کے لئے مسجد میں

کھڑا ہوتا ہے اور شیخِ طریقت کی تعلیم سے اس کی طلب نماز میں ذوق نیاز اور
خلوص پیدا ہو جاتا ہے جو اس کو اللہ کے قریب کر دیتا ہے جو نماز کی علّت غائی ہے
اس گروہ کی ہمیشہ ہر ملک کو ضرورت رہی ہے جب تک مسلمانوں میں یہ گروہ علمائے وقت
و مشائخ کا مقتدر رہا اور مسلمان ان کی ہدایت سے خیر و فلاح کی زندگی بسر کرتے رہے
عزّت سے رہے۔ جہاں کہیں یہ گروہ بداخلاق اور ناکارہ ہو گیا وہاں کے مسلمان
مذہب میں متزلزل اور دنیوی وجاہت میں حقیر ہو گئے کیونکہ حدیث شریف میں
آیا ہے کہ رسولُ اللہؐ نے قسم کھا کر کہا۔ بندوں میں سے اللہ کو وہ لوگ بہت
پیارے ہیں جو اللہ کی محبّت اس کے بندوں سے اور بندوں کی محبت اللہ سے
کرائیں اور نصیحت کے ساتھ وہ زمین پر چلتے رہیں۔ یہی رُتبہ مشیخت اور اللہ تعالیٰ
کی طرف دعوت کرنے اور بلانے کا ہے کیونکہ شیخ اللہ تعالیٰ کی محبّت اسکے بندوں
سے کراتا ہے اور بندوں کو نیک اور راہِ راست پر چلا کر اس قابل بناتا ہے کہ اللہ
تعالیٰ اُن سے محبّت کرنے لگتا ہے۔ شیخ کی مدد اور فیضِ صحبت سے جب مرید کا
تزکیۂ قلب ہو جاتا ہے تو اس کے قلب میں اللہ تعالیٰ کے انوار عظمت پرتو فگن
ہونے لگتے ہیں۔ جمالِ توحید اس میں تاباں ہو جاتا ہے اور چشمِ بصیرت کی سیاہی
انوارِ جلالِ قدیم اور کمالِ ازلی کے نظارہ کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ پھر بندہ اپنے
پروردگار کو دوست رکھنے لگتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی راہِ معرفت میں اس کو فلاح
حاصل ہوتی ہے۔ کبھی کبھی مرید کے دل کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ وہ شیخ کی تعلیم تلقین
اور فیض کی برکتوں سے مثل آئینہ کے روشن اور مجلّا ہو جاتا ہے اسی میں دُنیا اپنی اصلی
مہیب ہولناک تیرگی اور جملہ بُرائیوں کے ساتھ نظر آنے لگتی ہے اور انسان کا دل خود

بخود اس سے علیحدہ ہو جاتا ہے اور بیزار ہو کر اس سے بھاگنے لگتا ہے کیوں کہ دنیا
سے ہمارا دل صرف اس وقت تک لگا رہتا ہے جب تک اس کی راحتیں اور محاسن
ہمارے سامنے ہوتے ہیں۔ انسان کے جملہ ظاہری حواس خطا اور نسیان سے آلودہ
ہیں مثلاً ہماری آنکھ تھیٹر کے پردہ پر حقیقی عمارت دیکھتی ہے جب کہ وہ محض عکس
ہوتا ہے جب انسان شیخ کی مدد سے یہ مرحلے طے کر لیتا ہے تو شیخ کامل اپنے مرید کو
کمال اور فضیلت کے مدارج پر پہنچاتا ہے۔ اس وقت آخرت اپنے نفائس
اور لطائف کے ساتھ اپنے رموز اور حقیقت سے مرید پر ظاہر ہو جاتی ہے اور
جب مرید اپنی آنکھ سے دارین کی اصلیت دیکھ لیتا ہے تو وہ باقی کو چاہتا ہے اور
فانی سے رغبت کم ہو جاتی ہے جو تربیت اور تزکیۂ باطن کا کمال ہے۔ اُمتوں کی
تعلیم اور ہدایت کے واسطے اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ اپنے رسول اُن کے ہم قوم اور ہم زبان
لوگ بھیجے تاکہ لوگ اُن سے مانوس ہوں اور ان کی باتوں کو سنیں سمجھیں اور ان
پر عامل ہوں۔ دنیوی تعلیم میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ طالب علم اپنے ہم قوم اور ہم زبان
استاد سے زیادہ فائدہ حاصل کرتا کیونکہ یہ استاد طالب علم کی اصل کمزوریوں
سے اچھی طرح واقف ہو سکتا ہے۔ یہی تعلیم باطنی کی کیفیت ہے۔ شیخ کامل اپنے
ہم مذہب اور ہم جنس ہونے باعث اپنے مریدوں کا سچا دوست اور رازدار حقیقی
بن جاتا ہے یعنی مرید کو اپنا گرویدہ کر لیتا ہے۔ جب وہ فنا فی الشیخ ہو جاتا ہے تو شیخ
اس کو پرندے کی ماں باپ کی طرح اپنے کمال کے بازوؤں کی مدد سے معرفتِ الٰہی
کے آسمان پر اڑاتا ہوا عرش تک لے جاتا ہے جیسا کہ حضرت عثمان ہارونی نے
حضرت خواجہ غریب نواز کے ساتھ عمل کیا۔ یعنی جب حضرت خواجہ غریب نواز

ہر وقت خدمتِ شیخ میں حاضر رہتے اور اپنی حقیقت کو مٹا کر تمام قسم کی خدمات انجام دیتے تھے تو ایک مرتبہ حضرت عثمان ہارون نے اُن کے عیش خاص میں طلب فرمایا۔ الخ اس قسم کی صدہا مثالیں اولیاء کرام اور مشائخین کی موجود ہیں کہ جب انھوں نے دیکھا کہ مُرید کا تزکیہ مناسب طور ہو گیا ہے۔ انوار الٰہی کے انکشافات کے لئے اس کا قلب کھول دیا۔ حضرت محبوب الٰہی فرماتے ہیں۔ شیخ کے لئے صاحب علم و فضل اور مطیع سُنّت رسول ہونا پہلی شرط ہے۔

حضرت سلطان العارفین حضرت شیخ شاہی روشن ضمیر کو بڑا باکمال شیخ ملا۔ حضرت قاضی حمیدُ الدّین ناگوریؒ جو اپنے علم و فضل میں یکتائے زمانہ تھے حضرت قطب صاحب کے استاد رہ چکے ہیں۔ بلادِ اسلامیہ میں سیاحت فرما کر بڑے بڑے صوفیائے وقت اور مشائخ کبار سے استفادہ کیا۔ حضرت شیخ شہاب الدّین سہروردی کے مرید تھے، خلیفہ تھے۔ شیخ اپنے کمالات کے باعث بغداد میں بڑی شہرت رکھتے ہیں۔ حضرت خواجہ غریب نواز نے بھی خرقۂ ارادت شیخ شہاب الدّین سے حاصل کیا ہے۔ اس لئے باکمال شیخ کی نظر خاص نے حضرت شیخ شاہی کو بہت جلد بڑے بڑے مدارج طے کرا دیئے۔ حضرت قاضی صاحب، حضرت خواجہ غریب نواز، حضرت خواجہ قطب الدّین بختیار کاکی اوشیؒ اور حضرت بابا گنج شکر خاص جلیسوں اور ہم صحبتوں میں سے تھے ایسے شیخ کی مدد سے شیخ شاہی جیسا صاحبِ دل جو کچھ حاصل نہ کر لیتا وہ کم تھا۔ چنانچہ حق یہ ہے کہ حضرت شیخ شاہی نے بڑے بڑے کمالات حاصل کئے ہیں۔ فضیلت کا یہ عالم تھا کہ جب حضرت شیخ شاہی مولانا نورالدّین سے ناراض ہو گئے اور ان کا علم و فضل سلب ہو گیا تو مولانا حضرت قاضی حمید الدین ناگوری

پیر و مرشد حضرت شیخ شاہی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا سارا ماجرا سُنا
اور سفارش چاہی۔ قاضی صاحب نے ارشاد فرمایا اب وقت نکل گیا۔ میری سفارش
کچھ اثر نہ کرے گی۔ جب یہاں سے جواب مایوس کن ملا تو مولانا شیخ نجیب الدین
متوکل کی خدمت میں پہنچے اور اپنا سارا قصّہ سُنا کر سفارش چاہی۔ شیخ نجیب الدین
حضرت بابا شکر گنج کے چھوٹے بھائی تھے انھوں نے بھی سفارش سے انکار کیا۔
ایک خط سفارشی حضرت بابا صاحب کے لئے لکھ دیا۔ مولانا یہ سفارشی خط لے
بابا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بابا صاحب نے خط پڑھ کر کچھ جواب نہ
اور خاموش ہو گئے۔ مولانا نورالدین جواب کی خاطر دو برس تک اجودھن میں
رہے اور روزانہ بابا صاحب کی خدمت میں جواب کی خاطر حاضر ہوتے مگر
رہتے۔ ایک روز جب بابا صاحب اپنے حجرہ سے باہر تشریف لا رہے تھے
وحشت اور بیخودی میں بابا صاحب کے قدموں میں گر پڑے اور رو کر عرض کی
میں بہت مجبور اور معذور ہوں۔ اللہ کے واسطے میرے لئے دُعا فرمائیے۔ بابا
نے ارشاد فرمایا کہ تم سے بڑی گستاخی ہوئی ہے۔ معافی کے لائق نہیں ہے۔
شاہی کے سوا کوئی دوسرا تم کو معاف نہیں کر سکتا۔ تم تھوڑے دنوں اور صبر
عنقریب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے یہاں دہلی میں فقراء کا جلسہ ہونے
ہے جس میں ہندوستان کے بڑے فقرا جمع ہوں گے۔ یقین ہے کہ شیخ شاہی
بھی تشریف لائیں، جس وقت اُن سے ملاقات ہوگی انشاء اللہ تمہاری سفارش
کر کے قصور معاف کرا دوں گا۔ چند روز بعد جب جلسہ منعقد ہوا۔ شیخ شاہی
سے شرکت کے لئے دہلی تشریف لے گئے اور جب بابا صاحب سے ملاقات

ہوئی۔ مولانا موجود تھے۔ بابا صاحب نے مصافحہ کے وقت مولانا کا ہاتھ پکڑ کر شیخ شاہی کے روبرو کر دیا اور فرمایا۔ اب انکا قصور معاف فرمائیے۔ شیخ شاہی نے تبسّم کیا اور فرمایا، وہی تم اور وہی علم۔ اِن الفاظ کا زبان سے نکلنا تھا کہ علم کے حقائق مولانا پر بیشتر سے زیادہ روشن ہو گئے۔ پھر مولانا شیخ شاہی کے قدموں پر گر پڑے۔ حضرت شیخ شاہی نے انکو اٹھا کر سینے سے لگالیا۔ اور ساری شکایت دور ہو گئی۔ اللہ اکبر یہ تھے مرید کہ جس کی خوشی اللہ تعالیٰ کو ہر وقت منظور تھی اور جن کی خدمت پر فرشتوں کو بھی فخر تھا۔ حضرت شیخ شاہی کے کمالات اس درجہ ترقی کرتے رہے کہ ایک وہ زمانہ آیا کہ جب شیخ شاہی خود مسندِ ہدایت پر بیٹھے اور شیخِ ہدایت بنے۔

خرقہ: جب کسی خوش قسمت مُرید کو کمال شیخ مل جاتا ہے تو اس کی کوشش اس واقف رموزِ حقیقت کی مدد سے صحیح اور بہت جلد کامیاب ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ صرف مُحبّت یا شفقت ہی کامیابی کا راز نہیں بلکہ سمجھ اور سلیقہ تھوڑی سی محنت کو عمدہ طور پر فتح مندی تک پہنچا دیتا ہے۔ جب شیخ مرید میں سلیقہ اور معرفت کی راہ پر چلنے کی کافی قابلیت دیکھتا ہے تو وہ اس کو اپنا مُرید کر کے خرقہ عطا کرتا ہے۔ بظاہر خرقہ پہنانے سے یہ مراد ہوتی ہے کہ شیخ مرید کی تعلیم و تربیت کی کما حقہ، ذمہ داری لیتا ہے اور مُرید خرقہ پہن کر یہ سمجھنے لگتا ہے کہ وہ ایک خاص جماعت یا سوسائٹی کا ممبر ہو گیا جس کے اصُول کی پیروی اس پر فرض ہو جاتی ہے۔ شیخ کی ہدایت اور تعلیم بے چون وچرا لفظاً اور عملاً یاد رکھنا اور اس پر عمل کرنا ناگزیر ہو جاتا ہے۔ حضرت شیخ شہاب الدین اپنی کتاب "عوارف المعارف"

میں لکھتے ہیں۔ خرقہ پہننا۔ شیخ اور مرید کے درمیان ایک رابطہ اور پیوند ہے اور فی نفسہٖ ایک استواری مرید سے شیخ کے لئے عطا کرتے وقت مرید کو خرقہ پہننے کی ذمہ داریاں بنا تا ہے اور ان کے پورا کرنے کا عہد لیتا ہے جس طرح کانوکیشن میں شیخ الجامعہ اسناد تقسیم کرتے وقت اپنے طلباء کو ان کے تعلیم یافتہ ہونے کی ذمہ داریوں سے آگاہ کرتا ہے اور ان کو راست بازی اور دیانتداری سے پورا کرنے کا عہد لیتا ہے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی فرماتے ہیں کہ شیخ مرید کے لئے ایک صورت ہے کہ مرید مطالباتِ الٰہی اور مرضیاتِ نبوی اس صورت کے پیچھے دیکھتا ہے شیخ کے ساتھ اس کے تمام دینی اور دنیوی معاملات والبتہ ہو جاتے ہیں اور شیخ مرید کے حق میں اللہ تعالیٰ سے وہی چاہتا ہے جو وہ اپنے لئے چاہتا ہے۔ مرید اللہ کی امانت ہے جس کی فلاح دارین شیخ پر فرض ہو جاتی ہے۔

خرقہ دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک خرقہ تبرک اور دوسرا خرقہ ارادت۔ خرقہ تبرک وہ ہے جس کو لوگ برکت کی غرض سے پہنتے ہیں نہ کہ اس ارادہ سے کہ حلقہ فقراء میں داخل ہو کر تعلیم تصوف حاصل کریں۔ لبا اوقات خرقہ پہننے والے کی صرف یہ غرض ہوتی ہے وہ شرعی احکام کی پابندی میں استوار ہو جائے اور صحبت فقراء میں گاہے گاہے بیٹھ کر خیر و برکت حاصل کرے۔ بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ فقراء میں عقیدت رکھنے والے اصحاب اولاً خرقہ تبرک حاصل کرتے ہیں پھر فقراء کی صحبت یا کسی خاص شیخ کی خدمت سے ان کی طبیعت میں اللہ کی طلب صادق اور مستحکم ہو جاتی ہے اور وہ گروہ صوفیہ میں شریک ہو کر خرقہ ارادت حاصل کر لیتے ہیں اور کسی ایک شیخ کے ہو کر رہ جاتے ہیں۔ ہر مرید کو کسب کمال کے لئے اپنا ایک شیخ منتخب کر لینا

ضروری ہے۔ انتخاب میں مرید کو کامل آزادی حاصل ہے۔ مگر جب وہ ایک مرتبہ
ایک شیخ کو انتخاب کرلیتا ہے تو اس پر اس کے احکامات کی تعمیل واجب ہو جاتی ہے۔
حضرت شیخ شہاب الدّین سہروردی فرماتے ہیں کہ نیلے رنگ کا خرقہ مشائخ کے
مستحبات سے ہے مگر شیخ خرقہ کے پہنانے اور اس کے رنگ اور تراش اور کپڑے
کی قسم کے پسند کرنے میں بالکل آزاد ہے۔ آپ فرماتے ہیں ہمارے شیخ فرماتے ہیں
کہ ایک فقیر چھوٹی آستینوں کا خرقہ پہنا کرتا تھا کہ خدمت کرنے کے لئے ہاتھوں کو
آزادی رہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ شیخ کے لئے جائز ہے کہ مرید کو بدفعات خرقے ایسے
متعدد قسم کے پہنائے جس میں مرید کے لئے جیسی مصلحت دیکھے۔ خرقہ مرید کو
اُن مشقتوں اور ریاضتوں کے جھیلنے اور پورا کرنے کے واسطے تیار کرتا ہے جس
کے بغیر اللہ کی تجلیات اس کے دل میں روشن نہیں ہو سکتیں۔ جب سلطان
العارفین حضرت شیخ شاہی کو علوم ظاہری کی تحصیل سے فراغت حاصل ہوئی اور علوم
باطنی حاصل کرنے کا ذوق پیدا ہوا اور طلب الٰہی کی گرمی نے آپ کے سینہ کو گرمایا
تو آپ کو شیخ کی تلاش ہوئی۔ آپ کے زمانہ میں بڑے بڑے صاحب کمال اور
اہل اللہ موجود تھے خود حضرت خواجہ غریب نواز موجود تھے جس سے طلب حق میں
مدد مل سکتی تھی حضرت قطب صاحب ہم جلسہ تھے۔ اگر اشارہ ہوتا تو بڑی خوشی
سے خرقہ عطا فرماتے۔ مگر حضرت شیخ شاہی کی طبیعت کو لگاؤ حضرت قاضی صاحب
سے ہوا۔ قاضی صاحب کی فضیلت اس سے معلوم ہوتی ہے کہ حضرت شیخ
شہاب الدین سہروردی جو قاضی صاحب کے پیر تھے اور جن سے حضرت خواجہ غریب
نواب اور حضرت قطب صاحب نے بغداد شریف میں فیض حاصل کیا اور

خرقہ ارادت لیا تھا۔ حضرت قاضی صاحب کے دیکھنے کی غرض سے ہندوستان تشریف لائے۔ حضرت قاضی صاحب کا یہ مرتبہ ہے کہ آپ کے ذوق سوز وگداز کی وجہ سے حضرت شیخ شہاب الدین جیسے باشرع عالم نے سماع کے جواز کا فتویٰ دے دیا جو سہروردیہ طریقے کے خلاف تھا۔ حضرت قطب صاحب سے حضرت کے تعلقات کا یہ حال تھا کہ انتقال کے وقت قطب صاحب کا سر قاضی صاحب کے زانو پر تھا۔ اور جو تبرکات آپ کو بابا شکر گنج کو عطا کرنے تھے وہ سب قطب صاحب نے قاضی صاحب کی امانت میں انتقال کے وقت چھوڑے۔ حضرت شیخ شاہی نے اس باکمال کو اپنا شیخ بنایا اور شیخ نے نہایت جانچ کے بعد آپ کو خرقۂ ارادت عطا کیا۔ حضرت خواجہ محمود سے رائے طلب کی جس کے جواب میں خواجہ محمود نے فرمایا۔ آپ کا ہر کام اللہ کو پسند ہے سچ تو یہ ہے کہ حضرت شیخ شاہی نے خرقہ پوشی کے تمام شرائط آداب نہایت عمدگی سے پورے کئے اور محنت اور ریاضتِ شاقہ کے بعد خود شیخ کے درجہ پر پہنچے۔

خانقاہ: جس طرح آجکل کے زمانے میں سوسائٹیاں اور کلب اپنے ممبران کے اجتماع اور قیام کے لئے مکانات تعمیر کراتے ہیں۔ اسی طرح فقراء دنیا اور اہلِ دنیا سے علیحدہ رہنے کے لئے اپنے فرقہ کے اصول کے مطابق خاموشی سے تسلیم اور تلقین کرنے کی غرض سے خانقاہیں بنالیا کرتے تھے۔

ان خانقاہوں میں رہنے والے اپنی زندگی اس عسرت طہارت اور عبادت کے ساتھ بسر کرتے تھے۔ جو اہلِ صفہ کی مسجد نبوی میں تھی سبحان اللہ کیا عمدہ نمونہ ان کے پیشِ نظر تھا۔ خانقاہیں بڑا مبارک اور پاک مقام تھیں کیونکہ ان کے رہنے

والے اپنے آپ کو طلبِ حق میں وقف کر دیتے تھے ان کا ہر گھڑی اور ہر لمحہ کا شغل یادِ الٰہی تھا۔ ان کو شیخِ کامل کی نگرانی میں نفس کشی اور حق بینی کی تعلیم ملتی تھی۔ انکو ایسے مشائخِ کبار کی صحبت کا فیض حاصل رہتا تھا جن کے دل اور چہرے اللہ کی تجلّیات سے ہمہ وقت منور رہتے تھے جو اللہ سے واصل تھے اور اللہ جن سے محبّت رکھتا تھا وہ حقیقی معنی میں اللہ کے برگزیدہ بندے تھے۔ حضرت شیخ شہاب الدّین سہروردی فرماتے ہیں کہ رباط یا خانقاہ رکھنے کا یہ مقصود تھا کہ ان عبادت خانوں میں نیک نیتی اور صفائیٔ باطن کے ساتھ آوازوں کا بلند کرنا ہمارے دل کے شبہات کی گرہوں کو کھولتا ہے۔ ان خانقاہوں میں نقراء کا عبادتِ الٰہی کے لئے جمع ہونا ملک اور اہلِ ملک کے لئے موجبِ برکات ہوتا ہے بشرطیکہ نقراء کا اجتماع ٹھیک اس غرض اور طریق سے ہو جس کے واسطے ربط یا خانقاہ موضوع مقرر ہوا اور اربابِ رباط حسن معاملہ اور رعایتِ اوقات کے ساتھ ثابت قدم ہوں اور اعمال کے تباہ کرنے والوں سے حفاظت کریں اور احوال کی اصلاح کرنے والوں پر اعتماد ہو۔ شیخ موصوف اہلِ خانقاہ کے فرائض کو یوں بیان فرماتے ہیں۔ رباط یعنی خانقاہ کے باشندوں کی شرطیں یہ ہیں :

ا۔ خلق کے ساتھ معاملات میں مہر و اُلفت برتیں۔

ا۔ معاملات میں حق پر رہیں۔

ا۔ حصولِ معاش کو مسبب الاسباب کے بھروسہ پہ چھوڑ دیں۔

۔ بُری صحبتوں سے نفس کو باز رکھیں۔

۔ بُرے انجام سے پرہیز کریں۔

۶۔ اپنے رات دن کو اللہ کی یاد میں صرف کرنے کے لئے نئی عادتیں سیکھیں اور پرانی عادتوں کو جو شیخ کی نظر میں ممنوع ہوں چھوڑ دیں۔

۷۔ وقت کا بیکار باتوں سے بچا کر اوراد و وظائف میں صرف کرنا۔

۸۔ نمازوں کا منتظر رہنا۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ ایک نماز کا دوسری نماز

۹۔ کے بعد انتظار کرنا خطاؤں کو دھوتا ہے۔

۱۰۔ غفلت سے پرہیز کرنا تاکہ اس کے سبب وہ مرابط مجاہد ہو جائے۔

۱۱۔ جمعیت باطن کا حفظ کریں اور تفرقہ کو پراگندگیٔ باطن کے ازالے سے دور کریں۔

۱۲۔ سچے فقیر کی شرط جب وہ خانقاہ میں سکونت کرے اور چاہے کہ اس کے مال وقف سے کھائے یا اس مال میں سے کھائے جو باشندگانِ خانقاہ کے لئے بھیک مانگ کر جمع کیا گیا ہے یہ ہے کہ وہ اسی شغل بالید میں مشغول ہو جس میں کسب کی گنجائش نہ ہو اور اگر وہ دنیوی معاملات کا کچھ وقت نکال سکتا ہے یا اہل ارادت میں سے نہیں ہے یا بیکار رہتا ہے تو وہ خانقاہ کا نہیں کھا سکتا۔ خانقاہ کا کھانا ان لوگوں کے لئے ہے جن کا اللہ کے ساتھ شغل کامل ہو گیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مومن کی وصف میں فرمایا ہے کہ ایک بنیاد سیسہ پلائی ہوئی مضبوط ہے۔ جس طرح بورڈنگ ہاؤس میں رہنا ایک طالب علم کی اخلاقی اصلاح کرنا اور ذہنی فروغ میں مدد دیتا ہے کیونکہ طالب علم کو اپنے ہم عمر اور ہم مشرب لوگوں میں رہ کر اُن کے خیالات سے واقفیت ہوتی ہے تبادلۂ خیالات اور معلومات سے علم کو بڑھانے اور مجلا کرنے کا موقع ملتا ہے۔ لوگوں کی کمزوریوں کو دیکھ کر اپنے میں ان کمزوریوں کو دور کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اپنی کمزوریوں اور خوبیوں کو

کما حقہ، آگاہی ہوتی ہے مختلف طبیعتوں کے لوگوں کے ساتھ خانگی زندگی بسر کرنے کی وجہ سے مردم شناسی کا مرتبہ بڑھتا ہے۔ باہم رہنے سے آپس میں یکجہتی اور یگانگت پیدا ہوتی ہے۔ بورڈنگ ہاؤس کی زندگی میں ایک طالب علم کو مختلف خدمتیں اور کام انجام دینا پڑتے ہیں جو آئندہ زندگی میں بڑے مفید تجربات ثابت ہوتے ہیں۔ بورڈنگ ہاؤس کی زندگی کے جو فوائد ہیں وہی خانقاہ کی زندگی کے فوائد ہیں کیونکہ خانقاہ بھی ایک بورڈنگ ہاؤس ہے۔ جہاں علوم باطنی کے طلبا ایک شیخ فاضل و تجربہ کار کی نگرانی میں رہتے ہیں۔

شیخ موصوف فرماتے ہیں کہ جو شخص خانقاہ میں داخل ہو معاملہ کا مزا اس نے نہ چکھا ہو اور احوالِ معیّنہ سے وہ خبردار نہ ہوا ہو تو اس کی شان یہ ہے کہ خدمت پر مامور کیا جائے۔ تاکہ اس کی عبادت اس کی خدمت ہو اور جس خدمت سے اہل اللہ کے قلوب کو اپنی جانب کھینچے اور متوجہ تو اس کی برکت اس کے شاملِ حال ہوگی اور عبادت میں جو بھائی مشغول ہیں اُن کو مدد دے گا کیونکہ مناسب نہیں کہ خانقاہ میں ایسے کسی شخص سے خدمت لی جائے جو اُن کی جنس سے نہیں ہے اور نہ خواہشمند راہ معرفت کا ہے۔ یہ خدمت ابتداء میں ایک مرید سے اس واسطے لی جاتی ہے کہ خدمت اہلِ قرب کی نشانی ہے خانقاہ کا انتظام نگرانی ایک شیخ کامل عالم طریقت کے سپرد ہوتی ہے صحبت سے سب اہل خانقاہ نفع اٹھاتے ہیں وہی مریدوں کے کھانے کی قسم اور مقدار مقرر کرتا ہے اور وہی اُن کو مختلف خدمات یا وظائف بتاتا ہے۔

حضرت شیخ شاہی جب کمالات حاصل کر چکے تو اُن کے پیر و مرشد نے

ان کو بدایوں رخصت کر دیا اور رشد و ہدایت فرمانے کا حکم دیا۔ آپ نے بدایوں
آ کر ایک خانقاہ مرتب کی اور وہاں رہ کر عبادتِ الٰہی اور خدمتِ خلق اللہ میں
مشغول ہوئے۔ آپ بسر اوقات کے لئے بالوں کی رسّیاں بٹا کرتے تھے اس وجہ
سے آپ کا لقب رسن تاب مشہور ہوا آپ کے زہد اور اتقاء کا شہرہ دور دور پھیلا
اور بڑے بڑے سر برآوردہ لوگ آپ کے حلقۂ مریدین میں داخل ہوئے۔ آپ کی
خانقاہ ایک خس پوش مکان میں تھی جو سوتھ محلّہ میں مولوی مظفر علی صاحب مرحوم
منصرم ججی آگرہ کے مکان کے متصل والے افتادہ قطعی آراضی پر واقع تھی جہاں اہل
محلّہ نے ایک حجرہ اور اینٹ کا ایک بنگلہ بنا دیا اور عرس کی تاریخوں میں یہ
سے چادر اُٹھتی ہے اور قوالی کا جلسہ ہوتا ہے۔

تصرفاتِ غیبی سے آپ کا دسترخوان وسیع ہو گیا۔ متعدد مشائخ اور مرید
حاضر خانقاہ رہا کرتے تھے شب کو سماع بھی ہوتا تھا عظمتِ اولیاء میں لکھا ہے
کہ ایک دن شیخ شاہی کی خانقاہ میں مجلس سماع منعقد تھی نامی گرامی درویش حالت
ذوق و شوق میں بیٹھے سماع سُن رہے تھے آپ پر بھی کیفیت طاری تھی اس حالت
میں آپکے بھانجے خواجہ سیّد منوّر جو ابھی نو عمر تھے باہر سے آ کر مجلس میں شامل ہو گئے
تھوڑی دیر میں کسی شعر پر اُن کو وجد آ گیا اور بے اختیار ہو کر جست ماری اور غوغا
شور سُن کر حضرت شیخ شاہی نے ان کو تیز نگاہ سے دیکھا اور پھر محو ہو گئے
شمشیر اثر نگاہ تھی کہ دیکھتے ہی اثر کر گئی اور خواجہ سیّد منوّر زمین پر آ کر جان بحق
تسلیم ہو گئے۔ حضرت شیخ شاہی کی خانقاہ کی یہ شہرت ملی اور حضرت کا یہ مرتبہ تھا کہ
حضرت شیخ حسن کی المعروف بہ پیر مکہ چشتی خلیفہ خواجہ غریب نواز اجمیر سے اس تمنا

ک مکان حاجی سلیم اللہ اور ان کی اولاد کی ملکیت ہے۔

کے ساتھ بدایوں تشریف لائے کہ حضرت شیخ شاہی کی خدمت میں حاضر رہیں۔
شیخ شاہی نے پیر مکہ کو دیکھ کر ایک کٹورا پانی کا بھرا اور اُن کے سامنے رکھدیا۔
جس سے یہ مراد تھی کہ بدایوں اولیاء اللہ سے بھرا ہوا ہے آپ کے واسطے یہاں گنجائش
نہیں ہے پیر مکہ نے حضرت کا اشارہ سمجھ لیا اور ایک پھول اپنی جھولی سے نکال
کر اس کٹورے میں ڈال دیا جو پانی پر تیرنے لگا۔ آپ کا مطلب یہ تھا کہ میں اس
کٹورے میں ڈال دیا جو پانی پر تیرنے لگا۔ آپ کا مطلب یہ تھا کہ میں مثل اس پھول
کے ہلکا پھلکا ہو کر رہنا چاہتا ہوں۔ اِس اظہار حقیقت پر حضرت شیخ شاہی
خوش ہوئے اور آپ کو بدایوں میں رہنے کی اجازت عطا فرمائی۔

صاحب فوائد الفواد اور اخبار الاخیار لکھتے ہیں کہ شیخ نظام الدین ابوالموید
جدامجد حضرت شیخ جمال (علیگ۔) دہلی سے حضرت شیخ شاہی کی ملاقات کے
لئے بدایوں تشریف لائے۔ سخت علیل ہو گئے کہ اُٹھنا بیٹھنا دشوار ہو گیا آخر
کار آپ نے حضرت شیخ شاہی سے کہا کہ دعا کیجئے کہ میری بیماری دور ہو۔ حضرت شیخ
شاہی نے عذر کیا اور کہا کہ آپ صاحب مرتبہ شیخ ہیں اور میں مرد امّی۔ آپ
[illegible] سے اس طرح فرماتے ہیں۔ شیخ نظام الدین نے عذر قبول نہ کیا اور فرمایا آپ
[illegible] فرمایئے۔ حضرت شیخ شاہی نے مجبور ہو کر کہا کہ میرے دوست شرف الدین
اور احمد خیاط کو بلایئے۔ چنانچہ یہ لوگ آگئے تو آپ نے ان کو مخاطب کر کے
کہا شیخ نظام الدین نے مجھ کو یہ کام سپرد کیا ہے تم دونوں میری مدد کرو۔ میں
سر سے سینے تک کی بیماری کھینچتا ہوں اور تم میں سے ہر ایک کمر سے لے کر
ایک ایک پیر تک کی بیماری کھینچے۔ چنانچہ ایسا ہی عمل کیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے

شیخ نظام الدّین ابوالموید قدس سرہٗ کو شفاء کلّی عطا فرمائی۔ اس خانقاہ قدسی ا
سے بڑے بڑے فیض لوگوں کو پہنچے ہیں اور شیخ کی خانقاہ آج تک اپنے وجود با
سے لوگوں کو فائدہ پہنچا رہی ہے۔

بدایوں میں تشریف آوری اور قیام

جس وقت حضرت سلطان جی صاحب کے والد ماجد بدایوں تشریف لا
تھے تو اس مُبارک شہر میں اسلامی آبادی اور اسلامی تہذیب پوری طور پر قائم
تھی اسی نسبت سے اس مُبارک آبادی کا نام مدینۃ العلم اور قبۃُ الاسلام
خلائق تھا۔ سلطان التمش جس زمانہ میں یہاں کا حاکم مقرر ہوا ہے اس وقت
یہاں کی آبادی کثیر تعداد میں دولتِ اسلام سے مالامال ہوچکی تھی۔ اکثر شہ
اسلامی کے مزارات موجود تھے اس شہر کے منڈی دروازے پر ایک پتھر دست
ہوا ہے جو کلکتہ کے میوزیم میں موجود ہے اس کی تیسری سطر میں راجہ مدن پال
حال لکھا ہے جس کا زمانہ تاریخی حالات دیکھنے سے سلطان محمود غزنی کا ز
معلوم ہوتا ہے اس کی تعریف میں جو عبارت لکھی ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے ک
راجہ نے اپنی زورِ شمشیر سے ہمیرہ کو اپنے دیوتا یعنی دریائے مقدس (گنگا
اس پار قابض نہ ہونے دیا۔ جس سے حملہ کا ہونا ہمیریوں سے پایا جاتا ہے۔ ہمی
کے لفظ سے مسلمان مُراد ہیں اس عبارت سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ
مدن پال حاکم بدایوں سے اور مسلمانوں سے لڑائی ہوئی اور مسلمان شہید ب
ہوئے اس کتبے سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ بدایوں کے حکمراں قنوج کے خاندان پال ک

رہے تھے مہاراجہ قنوج نے ۱۰۱۸ھ میں سلطان محمود غزنی سے صلح کی اور خراج ادا کیا اور نذرانہ میں ہاتھی پیش کیے تاریخ فرشتہ میں محمود کے قنوج کے حملے کے سلسلہ میں یہ بھی درج ہے کہ اس حملے میں قنوج کے دیگر قلعہ جات بھی فتح کیے ان دیگر قلعہ جات میں قلعہ بدایوں بھی شامل کرنا چاہیئے اگرچہ مورخ نے اس کا نام درج نہیں کیا ہے اس زمانہ میں بدایوں کا نام بیدا مئو تھا جب صلح ہوئی اور مسلمان قیدی بدایوں اور قنوج میں رہا کر دیئے گئے تو جو مزارات شہداء کے مسلمانوں نے قائم کئے تھے وہ بموجب شرائط صلح قائم اور برقرار رکھے گئے۔ چنانچہ حضرت میران ملہم شہید کا مزار اسی زمانہ کا ہے۔ آپ سلطان محمود غزنوی کی فوج کے ساتھ بغرض جہاد ہندوستان تشریف لائے۔ آپ اصلی باشندے شہر غزنی کے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ قنوج سے سلطانی فوج کے جو دستے مفصل کے قلعوں کو فتح کرنے کے لئے بھیجے گئے تھے ان میں سے جو لشکر بدایوں کے قلعہ کو فتح کرنے کے لئے آیا تھا اس میں آپ شامل تھے اور جنگ میں شریک ہو کر جام شہادت نوش فرمایا۔ آپکا مزار اندرون قلعہ دروازہ شمالی کے زیر دیوار ہے آج کل قلعہ کے دروازے کے برج پر سرکاری پولیس چوکی بن گئی ہے جو میرانجی کی چوکی کہلاتی ہے اس صلح کے بعد کچھ عرصہ تک مسلمان امن اور چین کے ساتھ بدایوں میں زندگی بسر کرتے رہے مگر جب سلطان کی فوجوں کا خوف اہل ملک کے دلوں سے جاتا رہا اور بظاہر اسلام یا مسلمانوں کے فروغ کی امید اس ملک میں باقی نہیں رہی تو پھر اہل ہنود کا تسلط قلعہ بدایوں پر ہو گیا مگر سلطان محمد غوری کی کوششوں سے اسلام پھر ہندوستان میں رائج ہوا اور دوبارہ مسلمانوں نے سلطان قطب الدین ایبک کے زمانہ میں

قلعہ بدایوں فتح کر کے سلطنت دہلی میں شامل کیا۔ اس دوبارہ فتح کے وقت حضرت میراں ملہم شہید کا مزار موجود تھا۔ زبانی روایات اور تذکروں کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ شاہی کے والد ماجد سلطان التمش کے عہدِ نظامت میں بدایوں آکر مقیم ہوئے۔ مگر اس کی بھی کوئی تاریخی شہادت ہمارے پاس موجود نہیں لہٰذا اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ حضرت شیخ شاہی دورِ اوّل کے شیوخِ کبار میں سے ہیں ہم ذیل کی اسناد اور ثبوت پیش کرتے ہیں باقی اللہ بہتر جانتا ہے۔

ثبوت نمبر ۱۔ حضرت شیخ شاہیؒ حضرت قاضی حمید الدّین ناگوری قدس سرہٗ العزیز کے مرید اور خلیفہ ہیں قاضی صاحب سلطان شمس الدّین التمش کے عہد کے مقتدر علماء اور باکمال فقراء میں سے ہیں۔ حضرت قطب الدّین بختیار کاکی قدس سرہٗ العزیز سے قاضی صاحب کو خاص محبّت تھی اور اسی وجہ سے حضرت قطب صاحب کے ساتھ رہتے تھے چنانچہ وصال کے وقت قطب صاحب کا سر مبارک حضرت قاضی صاحب کے زانوئے مبارک پر تھا اور قطب صاحب نے جو تبرّکات حضرت بابا صاحب کو عطا کئے تھے وہ بھی قاضی صاحب کے ہاتھوں سے بابا صاحب کو پہنچے ہیں۔ قاضی صاحب کا ذکر وضاحت کے ساتھ تاریخِ فرشتہ میں شمس الدین التمش کے عہدِ حکومت کے بیان کے سلسلے میں ملتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ شاہی اس وقت کے کمالاتِ ظاہری اور باطنی سے بہرہ اندوز ہو کر ہدایتِ خلائق میں مشغول ہو گئے تھے۔

ثبوت نمبر ۲: حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنا خرقۂ خلافت حضرت شیخ شاہی کو عنایت فرمایا تو شیخ محمود موئنہ دوز جو اس زمانے میں بہت بڑے

اولیاء اللہ میں سے تھے کی خدمت میں روانہ کیا اور کہلا بھیجا کہ میں نے آج کے دن یہ کام کیا ہے۔

تاریخ فرشتہ مقالۂ دوازدہم میں حضرت بختیار کاکی اوشی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان میں شیخ محمود موئنہ دوز کا ذکر جا بجا مختلف عنوان سے آتا ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ محمود رحمۃ اللہ علیہ قطب صاحب کے مخصوص اور مقتدراحباب میں سے تھے اور شیخ صاحب کی خدمت میں قاضی صاحب کا شیخ شاہی کو بھیجنا ثابت کرتا ہے کہ شیخ شاہی عہدِ التمش کے مقتدر اولیاء اللہ میں سے تھے۔

ثبوت نمبر ۳: حضرت شیخ نظام الدین ابوالموئید جدامجد حضرت شیخ جمال جن کا مزار علی گڑھ میں متصل عید گاہ ہے دہلی سے بدایوں آپ کی ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ حضرت شیخ نظام الدین ابوالموئید حضرت قطب صاحب کے ہم عصر ہیں اور آپ کا نام تذکروں میں وضاحت کے ساتھ جا بجا آتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت شیخ شاہی بھی حضرت قطب صاحب کے ہم عصر ہیں۔

ثبوت نمبر ۴: فوائد الفواد میں حضرتِ محبوب الٰہی صاحب سے منقول ہے کہ " در بدایوں دو برادر بود" یکے موئے تاب و دیگر رسن تاب شیخ ابو بکر موئے تاب را دیدہ ام شیخ شاہی را ندیدم"۔ حضرت محبوب الٰہی کا سن ولادت ۶۳۱ھ اور بعض کتابوں میں ۶۳۴ھ درج ہے اور سن وفات ۱۷ ربیع الاوّل ۷۲۵ھ ہے وفات کے وقت آپکی عمر شریف چورانوے سال کی تھی ۶۳۴ھ میں سلطان شمس الدین التمش نے وفات پائی اور ۶۳۲ھ میں حضرت شیخ شاہی نے وفات پائی۔ لہٰذا یہ عینی شہادت ہے کہ حضرت شیخ شاہی حضرت محبوب الٰہی قدس سرہٗ العزیز کے سن شعور سے پہلے وفات

پا چکے تھے اور آپ کے برادر عزیز اور خلیفہ مقتدر حضرت بدر الدّین شاہ ولایت رحمۃ

علیہ الرحمۃ بقید حیات بدایوں میں موجود تھے ۔

ثبوت نمبر ۵ ۔ (الف) درگاہ حضرت شاہ ولایت صاحب کے دروازے پر جو اندر کی جانب

ایک پتھر لگا ہوا ہے اس پر ۷۷۲ھ عہدِ سلطان محمد شاہ فیروز شاہ کندہ ہے جس

سے یہ پتہ چلتا ہے کہ سلطان فیروز شاہ تغلق کے زمانہ میں یہ درگاہ موجود تھی سلطان

فیروز شاہ کے زمانے کی کچھ معافیات بھی دی ہوئی ہیں ۔

(ب) اندرونِ حریم جانب گوشۂ مغرب وجنوب ایک پتھر عہدِ اکبری کا لگا ہوا

ہے جس سے عمارتِ شمسی اور باغ شمسی کی مرمت کی تاریخ ۹۸۱ھ معلوم ہوتی

ہے ۔ اکبر کے زمانے کی معافیات بھی ان مزارات کو دی ہوئی ہیں ۔

ثبوت نمبر ۶ : یہ بات عام طور پر زمانۂ سلف سے مشہور چلی آتی ہے کہ حضرت شیخ

حسام الدّین ملتانی عرف حاجی جمال ملتانی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ حضرت سلطان

العارفین اور آپ کے برادر مقتدر حضرت شاہ ولایت صاحب کے استاد ہیں

تاریخ فرشتہ سے حضرت شیخ حسام الدّین ملتانی مُرید حضرت شیخ صدر الدّین قدس

سرہُ العزیز خلیفہ اور خلف الرشید حضرت بہاء الدّین ذکریا ملتانی قدس سرہُ العزیز

کے ہیں جو عہدِ شمسی کے مشائخ عظام میں سے ہیں ۔

ثبوت نمبر ۷ : حضرت شیخ شاہی کے وصال کے متعلق جو روایات آگے چل کر

درج ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت شیخ شاہی دورِ اوّل کے بزرگ ہیں کیونکہ

حضرت سید مسعود نخاسی علیہ الرحمۃ سے خواجہ زین الدّین علیہ الرحمۃ کو فیض پہنچا ہے ۔

اور خواجہ زین الدّین علیہ الرحمۃ حضرت قطب صاحب کے ہم عصر ہیں ۔

ثبوت نمبر [illegible] شیخ شاہی کے خدّام اور مصاحبین میں جو لوگ بدایوں میں
مستقلاً آباد ہوئے ان کے خاندان اب تک موجود ہیں جن میں ایک خاندان کمنگروں
کا اور دوسرا پیرزادوں کا مشہور ہے چنانچہ کمانگروں کے خاندان کی قدامت
مُلّا عبدالقادر بدایونی کے قصیدے کے حسب ذیل شعر سے معلوم ہوتی ہے کمنگروں
کے مورثِ اعلیٰ کی تعریف کرتے ہوئے مُلّا صاحب لکھتے ہیں ؎

شیخ اعظم سہروردی از مضافاتِ یمن
قوس سازو سہم سازو ماہر فن را سلام

ان وجوہات کی بنا پر ہم اعتبار کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت شیخ شاہی سلطان
شمس الدین التمش کے عہدِ حکومت میں بدایوں میں مقیم تھے اور اہلِ شہر کو
اپنے روحانی فیض سے مستفیض فرماتے تھے اگرچہ آپکے واقعات عہدِ طفولیت نیز
دیگر واقعاتِ زندگی پورے طور پر دستیاب نہیں ہو سکے لیکن جو کچھ مل سکے
نہایت احتیاط اور سند کے ساتھ درج کتاب کئے ہیں۔

صاحب فوائد لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ شاہی کے یہاں اکثر بعد نماز عشا مجلس
سماع منعقد ہوتی۔ ایک رات کا واقعہ ہے کہ آپ کے یہاں باہر سے کچھ مشائخ
بطور مہمان تشریف لائے تھے انھوں نے رات بھر خوب ہو، حق مچائی، جامع
مسجد شمسی میں اُس زمانہ میں خواجہ مسعود نخاسی ایک مجذوب رہتے تھے
دن بھر اپنی جھونپڑی میں پڑے رہتے اور شب کو شہر کا گشت لگاتے۔ اکثر لوگ
خواجہ مسعود کو سراج الہدایت کہنے لگے تھے خواجہ نے شب کو گشت کے وقت اس ہو
حق کو کچھ پسند نہیں فرمایا اور صبح کو جب حضرت شیخ شاہی حسب معمول مریدین کے ساتھ

جامع مسجد شمسی میں نماز فجر ادا کرنے تشریف لائے تو خواجہ مسعود نے حضرت کو دیکھتے ہی بے مبالغہ باآواز بلند کہا اے جوانِ سیاہ فام تو نے یہ خوب ہنگامہ گرم کیا ہے ڈرتا ہے کہ کہیں تو خود اس میں نہ جل جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ۲۵ رمضان المبارک کی شب میں چراغ کا گل کرنے سے آپ کے خس پوش حجرے میں آگ لگی اور آپ کو اس قدر صدمہ پہنچا کہ جانبر نہ ہو سکے۔ آپ کی تجہیز و تکفین ہوئی۔ قاضی حسام الدین المعروف بہ حاجی ملتان استاد مکرم حضرت شیخ شاہی نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ حضرت شیخ شاہی اپنے والدین کے جوار میں سوت ندی کے پار ایک بن میں دفن ہیں عظمت اولیاء کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ شاہی کی برسی کی فاتحہ میں حضرت خواجہ محمود موئینہ دوز بدایوں تشریف لائے تھے۔ باوجودیکہ اب حضرت شیخ شاہی ہماری آنکھوں سے پوشیدہ ہیں مگر آپ کے فیض سے ہم لوگ اب تک بہرہ اندوز ہوتے رہتے ہیں اور آپ کے توسل سے اللہ پاک سے دعا کرتے ہیں تو خدائے رحمٰن و رحیم رحم کرتا ہے۔ آپ کا مزار اجابت دعا کا خاص محل ہے اہل بدایوں پر بالخصوص عنایت ہے سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی بدایوں اپنی کتاب فوائد الفواد میں حضرت شیخ شاہی کی بہت سی خوبیاں بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ آپکے وجود سے بدایوں کو بڑی عزت تھی۔ میں نے خود ان کو نہیں دیکھا ہے البتہ انکے چھوٹے بھائی ابوبکر موئے تاب المعروف بدرالدین شاہ ولایت کو دیکھا ہے۔ سنتا ہوں کہ شیخ شاہی بڑے مستجاب الدعوات تھے جو منہ سے نکلتے وہی ہو جاتا۔ یہ بھی سنا ہے کہ خود حضرت شیخ شاہی نے اپنی حیات میں بارہا فرمایا ہے کہ جس کسی کو میرے مرنے کے بعد کوئی مہم پیش آئے تو وہ تین روز تک میری قبر پر حاضر ہو اور اللہ سے اس مہم کے پورا

کرنے کی دعا کرے۔ اللہ تعالیٰ اس کی دُعا کو ضرور قبول کرے گا۔ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت شیخ شاہی فرمایا کرتے تھے کہ اگر تین دن گذر جانے کے بعد اس کا کام پورا نہ ہو تو چوتھے روز پھر آئے اور اگر چوتھے دن بھی اس کا کام پورا نہ ہو تو پانچویں دن آکر میری قبر کو کھود ڈالے۔ بعض لوگ سات دن اور بعض چالیس دن کی مدت معین کرتے ہیں۔ ان کا قول ہے کہ حضرت فرمایا کرتے تھے کہ اگر حاجت مند چالیس روز تک میری قبر پر آکر اللہ سے دُعا کرے تو اس کا کام ضرور حسب خواہش پورا ہوگا اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ اکتالیسویں روز آکر میری قبر کو کھود ڈالے۔ واقعہ یہ ہے کہ اکثر اہل حاجت کی حاجت براری ہوتی رہتی ہے اور بڑی بڑی آفتیں اور پریشانیاں دور ہو جاتی ہیں۔

مزار شریف: آپ کے عقیدت مندوں نے جن میں اکثر سلاطین دھلی بھی شامل ہیں ایک وسیع درگاہ تعمیر کرادی ہے۔

اس درگاہ کے اندر دروازہ قدیم سے داخل ہونے پر سیدھے ہاتھ کو منجملہ مرقدوں کے جن میں سے دو ملحق ہیں ایک مرقد حضرت شیخ شاہی کا ہے جو مشرق کی جانب ہے اور مغرب کی طرف کا مرقد آپکے منجھلے بھائی خواجہ سیّد عثمان کا ہے۔ اس کے جانب غرب شمال کی طرف کو ہٹا ہوا مزار آپ کے بھانجے خواجہ منوّر کا ہے۔ آپ کے مزار کے پائیں کی طرف ذرا ہٹ کر آپکے والد ماجد اور والدۂ مکرمہ کے مزار ہیں۔

تعمیر درگاہ: درگاہ کی تعمیر وقتاً فوقتاً ہوتی رہی ہے ۶۹۲ھ ہجری میں سلطان جلال الدّین بادشاہ کے صوبہ دار سرکار

بدایوں نے درگاہ کی تعمیر کرائی پھر ۷۷۳ھ میں سلطان فیروز شاہ تغلق کے زمانہ میں درگاہ کی کچھ مرمت ہوئی اور کچھ معافیات میں اضافہ ہوا۔ چک بندی اور حد بندی عمل میں آئی اور قبالہ سلطانی خدام کو ملا۔ سلطان ناصر بن محمد شاہ تغلق کے زمانہ میں کل درگاہ از سرِ نو بنوائی گئی۔ ۹۸۱ھ میں سلطان ابو المظفر جلال الدّین محمد اکبر بادشاہ نے آثار قدیمہ کی مرمت کے سلسلے میں حضرت شیخ شاہی کی درگاہ از سرِ نو تعمیر کرائی۔ ۱۲۶۱ھ میں کنور وزیر علی خاں رئیس قصبہ چھناری ضلع بلند شہر نے درگاہ کی درستی کرائی۔ بعد کے اضافوں میں ایک مختصر مسافر خانہ کی تعمیر ہے اور کچھ دروازوں کی ۔ ۱۳۱۴ھ میں منشی فضل علی صاحب ڈپٹی کلکٹر نے اہلِ شہر سے چندہ جمع کر کے اور کچھ اپنی جیب سے خرچ کر کے بن کے ناہموار اور خام راستہ کو پختہ کرایا۔ اب حریم درگاہ تک پختہ سڑک قائم ہے جس پر ہر قسم کی سواریاں آتی جاتی ہیں ایک دروازہ اور ایک دیوار نواب خان بہادر شیخ عبد الغفار نے تعمیر کرائی ہے۔ ۱۹۳۵ء میں بمبئی کے ناخدا تاجر نے مزار کے قریب وسیع چبوترہ بنوایا۔ ۱۹۳۹ء میں سید احمد حسین نائب تحصیلدار ساکن نہٹور نے بیرونی چبوترہ کے شمال میں چند قبروں کی تعمیر کرائی۔

عرس: حضرت شیخ شاہی کا عرس بڑی دھوم دھام سے ۲۴ رمضان المبارک کو ہر سال بعد نماز مغرب ہوتا ہے۔ دستورِ قدیم کے مطابق اہلِ شہر اور زائرین حاضر ہوتے ہیں اور دور دور سے آکر عقیدتمند شریک ہو جاتے ہیں۔ مغرب تک قرآن خوانی ہوتی رہتی ہے نماز مغرب اور افطار کے بعد کہیں نعت خوانی اور کہیں قوالی شروع ہو جاتی ہے۔ درگاہ میں روشنی

اعلیٰ پیمانے پر کی جاتی ہے اور مسجد میں جو احاطہ درگاہ کے اندر واقع ہے جو لوگ بعد نماز عشاء رہ جاتے ہیں وہ صبح تک قرآن خوانی اور یادِ الٰہی میں مصروف رہتے ہیں۔ فاتحہ میں شاہی متولی صاحبان میں سے کسی کا موجود ہونا پہلے لازمی سمجھا جاتا تھا اور اب تک قاعدہ کی پابندی کی جاتی ہے۔ یعنی متولی صاحبان میں سے کوئی نہ کوئی فرد فاتحہ کے وقت ضرور موجود ہوتا ہے۔ (شاہی متولیوں سے شیخ محمد کرم اللہ کی اولاد مراد ہے جو بادشاہِ وقت کی طرف سے متولی قرار دیئے گئے تھے۔ مولانا درویش محمد متولی (جو بدایوں کے ناظم بھی ہوئے) کے وقت میں اختیاراتِ تولیت پہلے سے زیادہ وسیع ہوئے)

علاوہ عرس شریف کے ہر جمعرات کو آپکے مزار پر لوگ کثرت سے حاضر ہوتے ہیں اور اکثر اہلِ ہنود بھی ازراہِ عقیدت حاضری دیتے ہیں۔ چلّہ کش جنتیوں کی جماعت سے جوارِ درگاہ کبھی خالی نہیں رہتا۔ خدّام درگاہ عرس کا اہتمام کرتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے کو شیخ فخرالدّین خادم[1] اور مُرید حضرت خواجہ سید ابوبکر بدرالدّین محمود ثانی شاہ ولایت کی اولاد بتلاتے ہیں۔

مصارفِ عُرس: عُرس کے اخراجات کیلئے سلطان فیروز شاہ تغلق کے زمانہ سے ذیل کے دیہات وقف چلے آتے ہیں چنانچہ سرکار انگریزی کے کاغذات میں بھی ذیل کی معافیات کے خانۂ ملکیت میں حضرت سلطان العارفین کا نام درج ہے۔

۱۔ موضع ننگواں پرگنہ اوجھیانی بست ۲۰ بسوہ (۲) موضع ناگر پرگنہ اوجھیانی بست ۲۰ بسوہ

[1] ہم کو انکے خاندان کا کوئی شجرہ دستیاب نہ ہو سکا۔ اگر کسی صاحب کے پاس ہو تو وہ عنایت فرمائیں تاکہ طبع ثانی میں شائع کر دیا جائے۔

... موضع گنگھورہ پرگنہ اُدھیانی لفف بسوہ

... متفرق آمدنی قصبہ بدایوں بحال معافی دوام متصل کربلا۔

... کے بعد جب تک سرکاری تحقیقاتی بندوبست ۱۸۹۶ء کے مطابق Rs 2028/9/4 منجملہ اس کے =/Rs 180 ابواب وغیرہ کے منہا ہو کر منافع خاص یعنی Rs 1848/4/9 ابواب و اہتمام زیارت باہم تقسیم کر لیتے ہیں (نوٹ) مصارف مذکورہ میں بظاہر اس آمدنی کا بہت کم حصہ صرف ہوتا ہے۔

تصریح عطیات معافیات دوامی:

۶۹۲ھ بعد وصال حضرت شاہ ولایت۔ سلطان جمال الدین خلجی کے زمانہ میں فرمان شاہی کے مطابق درگاہ کے اخراجات کے لئے تین گاؤں وقف کئے گئے (۱) موضع بنگواں (۲) موضع ناگر (۳) اس موضع ہیبڑی ۷۷۳ھ میں سلطان فیروز شاہ تغلق نے بدایوں تشریف لا کر مزارات پر خود حاضری دی اور خلوص عقیدتمندی میں موضع گنگھورہ مسلم اور قصبہ کی اکثر آراضیات پر سو بیگھہ بیرون قصبہ اور تین سو بیگھہ اندرون قصبہ اضافہ کر کے دونوں درگاہوں کے لئے نصف نصف وقف کر دی اور کئی اوقاف کی حدبندی اور چک بندی کر دی۔

نقل فرمان گورنمنٹ انگلشیہ متعلق معافیات درگاہ شریف

موضع بنگواں پرگنہ اوجھیانی مسلم رقبہ تعدادی ۲۳،۵،۴ ا ایکڑ بحکم گورنمنٹ انگلشیہ مصدرہ ۱۰ جون ۱۸۴۲ء بمطبق رپورٹ مسٹر ڈگن صاحب ایڈیشنل ڈپٹی کلکٹر بہادر ضلع۔ محررہ ۳۱ جون ۱۸۴۴ء بذریعہ سارٹیفکٹ اخراج دوامی بہ دفعہ ۳۰ بنام

درگاہ سلطان العارفین صاحب واسطے مصارف کے واگذاشت ہے۔

(۲) موضع ناگر پرگنہ اُجھیانی کل رقبہ تعدادی ماللعہ ۱۴۶ ایکڑ بحکم گورنمنٹ انگلشیہ مصدرہ ۳۰/ سنہ ۱۸۵۳ء برطبق رپورٹ صاحب کلکٹر بہادر ضلع محررہ ۶ نومبر سنہ ۱۸۳۴ء بذریعہ سارٹیفکٹ لاخراج دوامی بہ دفعہ ۲۶ بنام درگاہ سلطان العارفین صاحب واسطے مصارف کے واگذاشت ہے۔

(۳) اس موضع ہیٹری پرگنہ بدایوں مسلم درولبست لبسوہ رقبہ تعدادی مالعہ ۱۹۱ ایکڑ بحکم گورنمنٹ انگلشیہ مصدرہ ۱۷ جون سنہ ۱۸۴۲ء برطبق رپورٹ مسٹر فگن صاحب بہادر ایڈیشنل ڈپٹی کلکٹر بہادر ضلع محررہ ۳۱ جنوری سنہ ۱۸۴۰ء بذریعہ سارٹیفکٹ لاخراج دوامی بہ دفعہ ۳۶ بنام درگاہ سلطان العارفین صاحب واسطے مصارف کے واگذاشت ہے۔

(۴) موضع گنگھورہ پرگنہ اوجھیانی نصف البسوہ رقبہ تعدادی ۲۲۳ ایکڑ بحکم گورنمنٹ انگلشیہ مصدرہ ۱۷ جون سنہ ۱۸۴۲ء برطبق رپورٹ مسٹر فگن صاحب اڈیشنل ڈپٹی کلکٹر بہادر ضلع محررہ ۳۱ جنوری سنہ ۱۸۴۰ء بذریعہ سارٹیفکٹ لاخراج دوامی بہ دفعہ ۳۶ بنام درگاہ سلطان العارفین صاحب واسطے مصارف کے واگذاشت ہے۔

(۵) آراضی قصبہ بدایوں پرگنہ بدایوں رقبہ تعدادی ۲۲۶۵۷ ایکڑ بحکم گورنمنٹ انگلشیہ سدرہ ۱۷ جون سنہ ۱۸۴۲ء برطبق رپورٹ مسٹر فگن صاحب ایڈیشنل ڈپٹی کلکٹر بہادر ضلع محررہ ۳۱ جنوری سنہ ۱۸۴۰ء بذریعہ سارٹیفکٹ لاخراج دوامی بہ دفعہ ۳۵ بنام درگاہ سلطان العارفین صاحب واسطے مصارف کے واگذاشت ہے۔

(ماخذ) کتاب فراینِ انگلشیہ متعلقہ معافیات (بقیہ اضافی نوٹ ص ۶۴ پر دیکھئے)

نصائح

حضرت شیخ شاہی اپنے مریدین اور مخلصین کو ہمیشہ نیک کاموں کی نصیحت کرتے اللہ کی طرف بلاتے چنانچہ اکثر اقوال آپکے اب تک محفوظ ہیں۔ جن کو ہم تبرکاً درج ذیل کرتے ہیں۔

۱۔ مرد اسرار کو میدانِ (عمل) میں ڈھونڈھنا چاہیئے اگر نہ ملے تو اس کو میدانِ حکمت میں ڈھونڈھو اور اگر وہاں بھی نہ ملے تو میدانِ توحید میں اس کو تلاش کرو اور اگر ان تینوں میدانوں کہیں میسّر نہ ہو تو اس سے خدائی بہتر ہے۔

۲۔ اولیا کا طریق اُن کے دل میں اور دشمنوں کا رویہ اُن کے نفس میں ہے۔

۳۔ جو لوگ صنعتوں کی طرف زیادہ رجوع ہیں بلکہ انھیں کے قائل ہیں۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کا ہر موقع اور ہر وقت دل میں خیال رکھنا سب عبادتوں سے بڑی عبادت ہے۔

۵۔ اسباب ظاہری پر بھروسہ کرنے سے غرور پیدا ہوتا ہے۔

۶۔ باطن حق کی جائے نظر ہے اور ظاہر خلائق کی جائے نظر ہے۔ خلائق کی جائے نظر سے حق کی جائے نظر پاکیزہ تر ہے۔

۷۔ اولیاء اللہ پر حقیقت فرض ہے۔

۸۔ علم چار ہیں (۱) علم معرفت (۲) علم عبادت (۳) علم عبودیت (۴) علمِ خدمت۔

۹۔ صدقِ توحید وہ ہے کہ ایک ہی پر قائم ہو۔

۱۰۔ محبت حقیقی اللہ تعالیٰ کی بخشش ہے۔

۱۱۔ جب محب ملکیت کا دعویٰ کرے تو محبت سے دور ہٹ جاتا ہے۔

۱۲۔ انقطاع اوصاف کا نام وجد ہے۔

۱۳۔ جس کی توبہ عمل سے درست ہے وہی مقبول ہے۔

۱۴۔ معرفت کے تین اصول ہیں۔ ہیبت، حیا اور اطمینان۔

۱۵۔ اخلاص وہ ہے جو اغراض خوف اور رقت سے پاک ہو۔

۱۶۔ تواضع اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔

۱۷۔ جب لوگوں نے دریافت کیا کہ "حضور تقویٰ کی ابتداء اور انتہا کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ اس کی ابتداء معرفت ہے اور اس کی انتہا توحید ہے۔

۱۸۔ دو چیزوں کو نگاہ میں رکھنا چاہیئے اوّلاً آداب عبودیت کو ثانیاً حق معرفت اور عبودیت کی تعظیم کو۔

۱۹۔ جس چیز کو پیغمبر خدا نے اچھا فرمایا اس پر پورا عمل کرنا ادب ہے۔

۲۰۔ ایک مرتبہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں گوشہ نشین ہونا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ گوشہ میں بیٹھ کر کس سے ملنا چاہتا ہے۔ پھر فرمایا کہ ظاہر میں خلق کے ساتھ رہو اور باطن میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔

مختصر حالاتِ زندگی حضرت قاضی حمید الدّین ناگوری

رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد عطاء الدّین بخاری در بخارا بزاد در زماں معز الدّین سام **دہلی آمدہ سال بقضائے ناگور** پایہ برپرداخت یک بارگی اندیشہ و راستگی دامن دل گرفت از ہمہ

داشتہ بتوارشد و شیخ شہاب الدّین سہروردی ارادت آوردہ و خلافت یافت در آنجا بخاجہ قطب الدین پیوند دوستی گیرد و سفر حجاز کردہ بدہلی آمد۔ شب پنجم رمضان ششصد و چہل و چہار بے رنجوری بعالم لوی شتافت خوابگاہ دہلی۔

(از آئین اکبری)

اخبار الاخیار کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت قاضی صاحب ہندوستان کے متقدمین مشائخ میں سے ہیں علم ظاہری و باطنی میں آراستہ تھے حضرت خواجہ قطب الدّین قدس سرہٗ العزیز کے خاص مصاحبین میں ہیں۔ اگرچہ قاضی صاحب سلسلۂ سہروردیہ میں حضرت شیخ المشائخ شہاب الدین سہروردی کے مرید ہیں اور مقتدر خلفاء میں ہیں شیخ کی اکثر تصانیف میں قاضی صاحب کا ذکر عزت کے ساتھ کیا گیا ہے۔ تذکرۃ الاولیا کے مصنف لکھتے ہیں کہ حضرت قاضی صاحب زیارتِ حرمین شریفین سے واپس ہو کر بغداد شریف پہنچے تو شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدّین سہروردی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مرید ہو کر ایک سال خدمت کی اور خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ اسی دورانِ قیام میں حضرت خواجہ

رخصت کیا۔ ایک سال، ماہ چند
ملاقات ہوئی پھر شیخ نے ان کو حرمین کی طرف
حاصل کرکے تین سال
بزرگانِ مدینہ طیبہ میں شرفِ صداقت
مدینہ منورہ میں رہ کر
قدم بقدم طوافِ کعبہ کر رہے تھے انھوں
معظمہ میں رہے۔ ایک روز ایک بزرگ کے
متابعت طاہری سے کیا سود متابعت باطنی کر۔
منہ پھیر کر کہا کہ اے حمید الدین
انھوں نے فرمایا کہ میں ہر قدم پر ختم قرآن کرتا
نے جواب دیا۔ وہ کیا ہے؟
ہوں۔

صاحب خزینۃ الاصفیاء لکھتے ہیں کہ قاضی صاحب عہدِ سلطان معز الدین
ایام میں دہلی تشریف لائے۔ آپ کے والد صاحب بھی ہمراہ تھے۔ علوم ظاہری
کی تکمیل مکمل کی۔ جب قاضی صاحب کے والد ماجد کا انتقال ہوا تو ناگور کے
قاضی مقرر ہوئے اور تین سال تک عہدۂ قضا پر مامور رہے۔ ایک مرتبہ
خواب میں حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ گویا حضورِ
اقدس ان کو اپنی طرف بلاتے ہیں۔ علی الصباح عہدۂ قضا سے دست بردار
ہوئے ترک و تجرید اختیار فرمائی اور بغداد شریف کی طرف روانہ ہوئے
اسی زمانہ میں حضرت خواجہ قطب الدین اوشی بغداد میں تشریف فرما تھے
قطب صاحب سے جب ملاقات ہوئی ایک دوسرے کو باہمی انس
پیدا ہوا۔ یہاں تک کہ محبّت و اخلاص درجہ کمال کو پہنچ گیا۔ کچھ عرصہ
دہلی واپس تشریف لائے اور خواجہ قطب الدین بختیار قدس سرہٗ العزیز
کی صحبت میں رہنے لگے اور مرتے دم تک قطب صاحب سے جدا نہ
ہوئے۔ قاضی صاحب کا مزار شریف بھی دہلی میں ہے چونکہ آپکو خاندان

[illegible] مشائخ سے خلوص و محبت تھی اس لئے اکثر

[illegible] قاضی صاحب کو بھی خاندانِ چشت میں شمار کرتے ہیں صاحب خزینۃ

الاصفیاء ایک جگہ نقل کرتے ہیں کہ شیخ شہاب الدّین عمر سہروردی قدس سرہٗ العزیز

کو قاضی صاحب پر ناز تھا اور شیخ موصوف نے اپنے بعض رسائل میں لکھا ہے کہ

خلفائی فی الہند منہم حمید الدّین من اعظم خلفاء۔

قاضی صاحب علیہ الرحمۃ اگرچہ سلسلۂ سہروردیہ میں مرید ہیں جہاں سماع کا ترک واجب ہے لیکن قاضی صاحب کو حضرت خواجہ قطب الدّین بختیار قدس سرہٗ کی دائمی صحبت کی وجہ سے سماع اور وجد میں غلو تھا۔ اسی وجہ سے علماء وقت قاضی صاحب پر اکثر معترض رہتے تھے اور وقتاً فوقتاً سلطان کے دربار میں شکایت کی عرضیاں گزرتی رہتی تھیں۔ جب شکایتیں حد کو پہنچ گئیں سلطان شمس الدّین التمش نے علماء اور فقراء کی ایک بڑی مجلس منعقد کی جس میں حضرت خواجہ قطب صاحب اور قاضی صاحب ہر دو بزرگ رونق افروز تھے۔ مولانا رکن الدّین سمرقندی جو اپنے زمانے کے اجل علماء میں سے تھے جلسہ میں شریک تھے بہت کچھ ردوقدح کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ سماع کا سننا صرف اُن لوگوں کے لئے جائز ہو سکتا ہے جو اس کے اہل ہوں۔ تاریخ فرشتہ میں تحریر ہے کہ "شیخ محمد عطاء المعروف بہ حمید الدین ناگوری کہ در بغداد خواجہ را دیدہ بود او نیز ارادت صادق بالجناب پیدا کردہ اکثر اوقات در خدمت می بود"

چنانچہ جب حضرت قطب صاحب کا حال وجد طاری ہونے کے سبب متغیر ہوا اور ہوش بالکل جاتے رہتے تو قاضی حمید الدین ناگوری علیہ الرحمۃ اور شیخ بدر الدین غزنوی

جو آپ کی خدمت میں حاضر تھے آپ کو مجلس سماع سے مکان پر لے آئے جس وقت حضرت خواجہ قطب الدّین بختیار علیہ الرحمۃ کا وصال ہوا ہے۔ حضرت کا سرِ مبارک شیخ حمید الدّین ناگوری کے زانوئے مبارک پر رکھا ہوا تھا۔ جب قطب صاحب کی حالت زیادہ متغیّر ہونے لگی تو قاضی صاحب نے عرض کیا کہ حالی مخدوم دگر کونسنت یکے را بخلافت اشارت فرمایند چنانچہ حضرت قطب صاحب نے ارشاد فرمایا کہ جو خرقہ مجھ کو خواجہ معین الدّین محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے ملا ہے وہ اور مصلّٰی خاص، عصا، نعلین چوبیں (کھڑاؤں) شیخ فرید الدّین گنج شکر کو دیدیں لہٰذا قطب صاحب کے ارشاد کے مطابق قاضی حمید الدّین ناگوری علیہ الرحمۃ نے خرقہ، مصلےٰ، عصا اور کھڑاؤں بابا گنج شکر کو جس روز وہ قطب صاحب کی زیارت کو تشریف لائے، دیدیں۔

صاحب اخبار الاخیار لکھتے ہیں کہ تغلق شاہ کے زمانے میں آپ کے سماع کے خلاف اکثر محضر گذرے تھے جیسے کہ قاضی حمید الدّین ناگوری کے خلاف اُن کے زمانے میں گزرے تھے۔ حضرت قاضی علیہ الرحمۃ کی بہت سی تصانیف یادگار زمانہ ہیں۔ قاضی صاحب کی تصانیف کی خاص خصوصیت عشق کی گرمی اور الفاظ کی ولولہ انگیزی ہے۔ طوالع الشموس آپکی مشہور تصنیف ہے۔ جس میں آپنے نہایت شرح و بسط کے ساتھ اسمائے حسنٰی کی شرح لکھی ہے اور بہت سی بلند اور موثر باتیں بیان کی ہیں۔ صاحب اخبار الاخیار لکھتے ہیں کہ قاضی صاحب جامع بیان علوم شریعت و طریقت و حقیقت و ظرایف بود۔ قاضی صاحب کی یہ رباعی جو آپ نے کسی مکتوب میں حضرت بابا شکر گنج قدس سرہٗ کو لکھ کر بھیجی تھی اور آپنے اس کو

سُن کر وجد حاصل کیا تھا بالخصوص قابلِ ذکر ہے۔

آں عقل کجا کہ در کمالِ تو رسد   آں روح کجا کہ در جلالِ تو رسد
گیرم کہ تو پردہ برگرفتی زجمال   آں دیدہ کجا کہ در جمالِ تو رسد

ذیل کی دو رباعیاں ہم طوامع الشموس سے نقل کرتے ہیں جو مقام ہو اور مقام توحید کی شرح ہیں۔

مقامِ ھُو   رُباعی

گر روئے دلم بسوئے او رخواہد شد   حالِ دل خستہ ام نکو خواہد شد
نعتہ چہ کنم رشتۂ امید دلم   با او چو یکی شود دو تو خواہد شد

مقامِ توحید

آں را کہ بسوئے تو اشارت باشد   در معنیٔ عزتت عبارت باشد
با مایۂ بسیار نہ سوئے توحید   بیچارہ ہمیشہ در خسارت باشد

صاحب تذکرۃ الاولیاء ہند لکھتے ہیں کہ حضرت قاضی صاحب نے اپنی تمام عمر میں صرف تین مرید کئے ہیں جو آپ کے [illegible] بھی ہوئے۔ صاحب خزینۃ الاصفیاء لکھتے ہیں کہ قاضی حمید الدین در تمام عمر خود سہ کس را مرید گرفتہ است بہ کمال رسانیدہ یکی احمد نہروالی دویم عین الدین قصاب کہ در زہد و ریاضت و کشف ثانی نداشت وہرچہ از زبان فرمودے ہم چناع بوقوع آمدے سویم شیخ حسن رسن تاب است کہ کار رسن تابی کردے و در بدایوں سکونت داشتے۔ صاحب تذکرۃ الاولیاء ہند صاحب سیرۃ الاولیا سے روایت کرتے ہیں کہ قاضی حمید الدین بعد انتقال حضرت قطب الاقطاب دس سال زندہ

رہے۔ جب آپ کا وقت قریب آیا اپنی اولاد کو وصیت کی کہ بندہ کو پایاں مزار خواجہ دفن کرنا۔ دس ربیع الثانی اور بعض قول کے مطابق نویں رمضان چھ سو اٹھتر ہجری میں رحلت پائی۔ حضرت سلطان المشائخ فرماتے ہیں۔ میں نے بار ہا خواجہ کے پائیں کے قریب اور قاضی صاحب کی قبر کے درمیان نماز ادا کی ہے۔ اور وہ ذوق و راحت پائی ہے کہ بیان سے باہر ہے۔

حضرت قطب الاقطاب کے آستانہ کے مجاوروں میں جو صاحب قاضی کہلاتے ہیں وہ آپ کی اولاد سے ہیں۔

شجرۂ خانوادۂ سہروردیہ

۱۔ خواجہ حسن شیخ شاہی روشن ضمیر ہوئے تاب سلطان العارفین

۲۔ خواجہ شمس العارفین بدر الکاملین قاضی محمد حمید الدین ناگوری سہروردی

۳۔ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین ابو حفص عمر بن سہروردی

۴۔ حضرت شیخ ضیاء الدین ابوالحبیب عبدالقادر سہروردی

۵۔ حضرت شیخ وجیہہ الدین ابو حفص صدیقی سہروردی

۶۔ حضرت شیخ محمد بن عبداللہ معروف بہ عمویہؒ

۷۔ حضرت خواجہ عبدالعزیز المعروف بہ قطب

۸۔ حضرت شیخ ابوالعباس احمد اسود بن محمد دینوری قدس سرہ

۹۔ حضرت شیخ ممشاد دینوری قدس سرہ

۱۰۔ حضرت سلطان المحققین شیخ ابوالقاسم عبدالجبّار معروف بہ جنید بغدادی قدس سرہٗ

۱۱۔ حضرت شیخ ابوالحسن سرّی سقطی قدس سرہٗ

۱۲۔ حضرت شیخ ابوالمحفوظ معروف بن علی کرخی بغدادی قدس سرہٗ

۱۳۔ حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ

۱۴۔ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

۱۵۔ حضرت امام علی حضرت موسیٰ رضا علیہ السلام

۱۶۔ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

۱۷۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

۱۸۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام

۱۹۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام

۲۰۔ حضرت امام حسین علیہ السلام

۲۱۔ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہٗ

۲۲۔ حضرت خاتم المرسلین جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

ضمیمہ

ذیل میں ہم ان بزرگانِ بدایوں کا مختصر حال تحریر کرتے ہیں جن کا ذکر جا بجا حیاتِ شیخ شاہی میں آیا ہے۔

خواجہ بدرالدین شاہ ولایت صاحب موئے تاب

حضرت کا نام نامی بدرالدین اور موئے تاب لقب اور آپ کو شاہ ولایت حضرت بختیار کاکیؒ نے فرمایا۔ آپ اپنے بڑے بھائی حضرت شیخ شاہی کے خلیفہ ہیں آپ مشہور اولیاء مشائخ وعارفان زمانۂ قدیم میں سے ہیں ازحد صاحب حال تھے اور سماع بہت سنتے۔ اکرام اللہ محشر بدایونی اپنی کتاب روضۂ صفا میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ ولایت صاحب کی کیفیت ابوبکر کی تھی۔ مولوی رضی الدین مرحوم ومغفور کو بھی مصنف روضۂ صفا کی رائے سے اتفاق ہے۔ حضرت شاہ ولایت صاحب کا صحیح سنہ وفات نہیں معلوم۔ لیکن ۶۰۰ھ اور ۶۰۵ھ کے درمیان آپ کا انتقال ہوا۔ بعض مورخین نے آپ کی تاریخ وفات ۲۱ رمضان لکھی ہے۔ چنانچہ اس تاریخ پر آپ کا عرس آپ کی درگاہ میں ہوتا ہے۔ جہاں آپ کا مزار مبارک ہے۔ مزار کی چہار دیواری پختہ ہے۔ اندرونی دروازہ پر ایک پتھر لگا ہوا ہے جس پر ۷۷۲ھ عہد سلطان محمد فیروز شاہ کندہ ہے۔

حضرت حسام الدین ملتانی عرف حاجی جمال ملتان صاحب

حضرت کا اسم گرامی حضرت حسام الدین اور عرف حاجی جمال ملتان ہے آپ حضرت سلطان العارفین اور حضرت شاہ ولایت کے استاد ہیں۔ تاریخ فرشتہ میں یوں درج ہے کہ حاجی جمال ملتان صاحب مرید حضرت شیخ صدرالدین قدس سرہ العزیز

خلیفہ و خلف الرشید حضرت بہاءالدین ذکریا قدس سرہٗ کے تھے۔ حضرت نظام الدین اولیاءؒ سے فوائد الفواد میں مرقوم ہے کہ حاجی جمال ملتان صاحب نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ سرکار رسالت مآب علیہ التحیۃ والصلوٰۃ اس مقام پر جہاں اب حاجی جمال ملتان کی قبر ہے وضو فرما رہے ہیں۔ حاجی صاحب بیدار ہو کر اس جگہ پہنچے دیکھا کہ زمین تر ہے۔ بس وصیت کی کہ میری قبر اس جگہ بنائی جائے۔ آپکا مزار شریف وسط مزارات حضرت سلطان جی صاحب و حضرت شاہ ولایت صاحب دریائے سوت کی جانب غروب و شمال واقع۔ عقیدت مند لوگ آپ کی قبر کے پائین کی مٹی اس بچے کو کھلاتے جس کی زبان میں لکنت ہو اور بعد شفایابی روٹی اور ایک کلہ پکا کر مزار پر فاتحہ دے کر تقسیم کر دیتے ہیں۔

حضرت مسعود نخاسی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مسعود نخاسی بظاہر ایک مرد مجذوب تھے لیکن بہت بڑے صاحب باطن تھے ایک نقل ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین نے جو مدرسہ معزیہ میں رہتے تھے ایک روز مسعود نخاسی سے کہا کہ ہم کو کچھ فائدہ پہنچایئے انھوں نے کہا کہ پہلے شراب پلواؤ۔ شراب لائی گئی حوض کے کنارے بیٹھ کر خواجہ زین الدین نے شراب پلائی اور مسعود نخاسی نے پی۔ بعد کو کپڑے اُتار پانی کے اندر گھس گئے تھوڑی دیر بعد نکلے اور کہا فائدہ کی باتیں سنو۔ پانچ خصلتیں نگاہ رکھ (۱) گھر کا دروازہ کھلا رکھ جو کوئی آئے اُسے منع نہ کر (۲) کشادہ پیشانی اور بشاشت کے ساتھ رہ (۳) جو کچھ قلیل یا کثیر میسر ہو اُسے دینے میں دریغ نہ کر (۴) اپنا بوجھ کسی پر نہ رکھ (۵) اور

لوگوں کا بار اپنے کندھے پر لے۔ آپ کا سن وفات صحیح نہیں معلوم۔ عرس ۲۹ رمضان کو ہوتا ہے۔ آپکی قبر شریف زیرِ دیوار شرقی جامع مسجد بدایوں گوشہ شمال لب سڑک واقع ہے حریم قبر کے آس پاس بنا دی گئی ہے۔

احمد نہر وال بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

ہفت احمد اولیاء عظام سے بدایوں میں مدفون ہیں "ہفت احمد در بدایوں خفتہ اند"۔ انہیں ہفت احمد کے لئے حضرت شاہ عبدالحق محدث نے فرمایا ہے۔ حضرت احمد نہر والی آن ہی میں سے ایک مقام ہے آپ وہیں کے ساکن تھے بدایوں میں مستقل قیام فرمالیا تھا۔ آپ بہت بڑے صاحب کرامت تھے۔ آپ حضرت قاضی حمید الدین ناگوری کے مرید اور حضرت شیخ شاہی علیہ الرحمۃ کے پیر بھائی تھے۔ آپ پیشہ پارچہ بانی کا کرتے تھے۔ شروع میں فقیہ مادھو امام مسجد اجمیر سے کچھ فیض حاصل کیا۔ بعد کو قاضی حمید الدین ناگوری کے ہاتھ پر سہروردیہ میں بیعت فرمائی۔ فقیہ مادھو کی تحریک پر قرآن یاد فرمایا تھا اور نہایت خوش الحانی سے پڑھتے تھے ایک روز خوش الحانی کے ساتھ گار ہے تھے فقیہ مادھو نے سن کر کہا کیا اچھا ہوتا اگر تم ایسی خوش الحانی سے قرآن پڑھتے یہی محرک ہوا قرآن یاد کرنے کا۔ آپ کا مزار مولوی محلہ میں متصل چاہ مچھلی کے ہے۔ صحت میں شبہ ہے۔ آپ کی سن وفات ۶۶۱ھ ہے۔

حضرت شیخ شرف الدّین خیاط رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ شرف الدّین خیاط اولیاء کبار میں سے ہیں۔ حضرت سلطان جی صاحب کے دوستوں میں سے تھے اور حضرت سلطان جی صاحب کے ساتھ النسبت رکھتے تھے۔ جب حضرت شیخ نظام الدّین ابو المؤید بدایوں تشریف لائے سخت بیمار تھے۔ حضرت سلطان جی صاحب سے دعا کے لئے درخواست کی۔ آپ نے شیخ شرف الدّین خیاط کو ساتھ لیا اور دعا فرمائی۔ حضرت ابو المؤید کو صحت ہوئی۔ خواجہ شرف الدین پیشہ خیاطی کا کرتے تھے اس لئے خیاط مشہور ہوئے۔ آپ نے اسی زمانہ میں جبکہ حضرت شیخ شاہی راہی ملکِ بقا ہوئے سفرِ آخرت فرمایا۔ مزار آپکا جوار روضۂ مبارک حضرت شیخ شاہی رحمۃ اللہ علیہ کے بن میں ہے۔

پیر مکّہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

عارف باللہ حضرت پیر مکّہ صاحب قدس سرہٗ اہلِ کرامات اور صاحب حال سے تھے بظاہر طریقۂ ملامتیہ میں رہتے تھے۔ آپ حضرت شیخ شاہی کے ہمعصر ہیں۔ اسی زمانہ میں بدایوں آئے اور ایک بوزہ گر کے یہاں مقیم ہوئے۔ عمل طے ارض کے ذریعہ مکہ معظمہ میں نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔ آپکا عرس ۱۶ رمضان المبارک کو ہوتا ہے آپکا مزار شہر سے بجانب غرب درمیان شہر و زیارت حضرت شاہ ولایت کے واقع ہے (کسی معتقد نے مزار اقدس پر نہایت نفیس ٹائلس لگوا کر مزار کو اونچا بھی کرادیا ہے اور چاروں گوشوں پر لوہے کے پولیس کھڑے کرا کر شامیلانے کے لئے چھتری لگوادی ہے۔

منقبت حضرت شیخ شاہی روشن ضمیر

میاں مذاق بدایونی

بہجوم لشکر غم ہے دُہائی شیخ شاہی کی + نہ مونس ہے نہ ہمدم ہے دُہائی شیخ شاہی کی

تن تنہا مری اک جان پر صدہا مصائب ہیں + ہزار اک دم ہے، دُہائی شیخ شاہی کی

عجائب حال ہے حیراں عالم میں کہوں کس سے + عجب حیرت کا عالم ہے دہائی شیخ شاہی کی

سنیں گے دیکھئے کس دم وہ مجھ ناکام کی زاری + زباں پر میری ہر دم ہے دہائی شیخ شاہی کی

نہیں مجھ ناتواں میں اب زیادہ صبر کی طاقت + توانائی بہت کم ہے دہائی شیخ شاہی کی

رکھے ہے مجھ کو جورِ گردشِ افلاک سرگرداں + جفائے چرخِ پیہم ہے دہائی شیخ شاہی کی

قدیم اُن کی ہے شاہی پہلے میں انکی دہائی دوں + مجھے سب سے مقدم ہے دہائی شیخ شاہی کی

وہ سلطانِ زماں سلطانِ ملکِ فقر و عرفاں ہے + وہی سلطانِ عالم ہے دہائی شیخ شاہی کی

وہی شیخ الشیوخ اور خواجہ قطب المشائخ ہے + وہ میراں غوث الاعظم ہے دہائی شیخ شاہی کی

امی اعظم شاہنشہ شاہِ ولایت ہے + وہ سلطانِ معظم ہے دہائی شیخ شاہی کی

سُناتا ہے زمادم مجھ کو حالِ ہولناک اس دم + مرا اب ناک میں دم ہے دہائی شیخ شاہی کی

غم و غصّہ سے گھر بار کا نقشہ تہ و بالا + بلا درہم ہے برہم ہے دہائی شیخ شاہی کی

ہوں محفوظ ہر دم سحر سے آسیبِ سودا سے + یہ دم میں جب تلک دم ہے دہائی شیخ شاہی کی

شہ کرب و بلا کا دم ہے دفعِ بلا ہووے + نہ ہو کچھ غم محرم ہے دہائی شیخ شاہی کی

خرابی حال کی ظاہر ہے وِردِ آہ و نالہ سے + مذاقِ خستہ پر غم ہے دہائی شیخ شاہی کی

خدا کے سامنے دوں گا دہائی شیخ شاہی کی + دہائی ہے خداوندا دہائی شیخ شاہی کی۔

گھرا ہے گھر مرا سلطان جی صاحب کی نگری میں + بلاؤں کا ہے اک بادہ دہائی شیخ شاہی کی

قیامت غُل مچا ہے زور پر غوغا بلا کا ہے + غضب ہے شور ہنگامہ دہائی شیخ شاہی کی

دہائی شہِ ولایت کی چڑھائی فوج غم کی ہے + اتارا لشکرِ سم کا دہائی شیخ شاہی کی

کروں میں آہ و نالہ جا کے دریا پار کے بن میں + نہیں لگتا ہے تھل بیڑا دہائی شیخ شاہی کی

بلاؤں زن کو مشعل ہے عجب اندھیر دنیا میں + ہے روزِ روشن اندھیرا دہائی شیخ شاہی کی
وہ بدرالدین والد ہے وہ شاہِ ولایت ہے + وہ ہے سلطان دیں اپنا دہائی شیخ شاہی کی
وہی والی ولی ہے داد کا وہ دینے والا ہے + کروں فریاد واویلا دہائی شیخ شاہی کی
حکومت اس کی ہے ہوں محکمہ میں اسکے فریادی + وہ ہے حاکم حکیم اپنا دہائی شیخ شاہی کی
رعایا کی اسی کو ہر طرح واجب رعایت ہے + رعیت اس کی ہے بندہ دہائی شیخ شاہی کی
غلام و خادم اس کا بندہ درگاہ ہوں اُنکا + گدا ہوں اس کے ہی در کا دہائی شیخ شاہی کی
وہی ہے والی و مولا وہی ہے سیّد والا + وہی ہے میرا رکھوالا دہائی شیخ شاہی کی
اسی کے در پہ ہوگا استغاثہ مستغیثوں کا + پکاروں الغیاث اس جا دہائی شیخ شاہی کی
رہوں شاہی و سلطانی میں اُنکی ایسی تنگی میں + میں رہنے سے تنگ آیا دہائی شیخ شاہی کی
کروں فریاد کس سے اور کہاں جا کر دہائی دوں + وہی ہے داد رس ہر جا دہائی شیخ شاہی کی
دہائی دی درِ شاہی پہ بندے نے کئے چلّے + گیا اب تک نہ چلّانا دہائی شیخ شاہی کی
ٹلے سایہ مرے سر سے ہمیشہ کو بلا جائے + سراسر دفع ہو سودا دہائی شیخ شاہی کی
بعفو عافیت فضل و کرم لطف و عنایت ہو + ستاتا ہے غم و غصّہ دہائی شیخ شاہی کی

مذاقِ بے مزہ کو بامزہ رکھ مدح خواں یارب
مزے میں ہو تو کیوں دیگا دہائی شیخ شاہی کی

صاحبِ معرفت اہلِ عرفاں عارفوں کے ہو شہا تم سلطاں
نام نامی ہے جہاں میں مشہور عرف ہے آپ کا معروفِ زماں
دور و نزدیک سے مردانِ خدا آتے ہیں تیری زیارت کو یہاں
حاجتیں سب کی روا ہوتی ہیں کیوں نہ ہو مجمع حاجت میداں
بندگی میں ہیں تری خاص و عام آپ ہیں بندہ خاص و عام
ہوتی مرقد پہ ہے مقبول دُعا تم ہو مقبولِ جنابِ یزداں
وعدہ فرمایا ہے تم نے لاریب لائے حاجت جو کوئی میرے یہاں
کام گر اُس کا نہ ہووے تو وہ شخص قبر میری کرے بے نام و نشاں
وعدہ مردانِ خدا کا حق ہے بہ خدا بہرِ عقیدت منداں

خوش عقیدت نہیں رہتے محروم بد عقیدت کو ہے حاصل حرماں
فیضیاب آپ سے ہیں شاہ وگدا فیض بخش آپ ہیں اور فیض رساں
گرچہ ہوتی ہے دعا سب کی قبول بالیقیں فرقِ مراتب ہے یہاں
بہ خدا آیت اُدْعُونِیْ کی تیری درگاہ ہے تصدیق کناں
خوب دانا ہے حکیم مطلق کچھ سمجھتے نہیں بندے ناداں
لاعلاج اپنا مرض تھا واللہ دردِ درماندوں کا تھا بے درماں
گذارا اس حال سے کچھ کم ایک سال تھا گرفتارِ بلائے دوراں۔
مثلِ عرضی میں قصیدہ لکھ کر ہوا حاضر جو حضورِ سلطاں
نہ رہا ہجر نہ سودا نہ آسیب گیا آزار عیاں اور نہاں
میں نے دیکھی یہ کرامت ایسی سُن کے حیراں ہو جیسے ہر انساں
پھر پڑھا اور قصیدہ قصداً شعر سُن کر شُہ کون ومکاں
جو کوئی اس کو لکھے اور پڑھے یا سُنے، دیکھے بصدق وایقاں
وہ بھی ہو میری دعا میں شامل مدعا ہے یہ مرا از دل وجاں
اس میں مضمون قبولیت کے صاف ظاہر ہیں عیاں را چہ بیاں
کیا ہو اس صاحبِ عرفاں کی صفت وصف میں جن کے ہیں عارف حیراں
اس قصیدہ کا رکھا میں نے مذاق نام تاریخی مذاق العرفاں

۱۲ ھ ۷۳

نتیجۂ فکر راسخ الکلام وسیع النظر مولوی محمد قمر الحسن صاحب قمر بدایونی

یہ تاریخ ہے مخزنِ معرفت لکھوں اس کی تاریخ کیا اے قمر
کہ ہاتف بھی دیکھے تو کہنے لگے یہ مضمون تازہ ہے رحمت اثر

۱۳۴۹ ھ

تمام شد

باہتمام جمال الدین مونس نظامی۔ نظامی پریس۔ بدایوں میں چھپی۔

(ترجمہ: کتاب فرامین گورنمنٹ انگلشیہ متعلقہ معافیات ۔) [1]

لہ ان معافیات کا انتظام خادمان ہر دو درگاہ نسلاً بعد نسلاً کرتے چلے آرہے ہیں۔ وقف بورڈ کے وجود میں آنے پر ۱۹۱۵ء میں خادم و متوّلی پیرجی انتظار حسین و تدیر احمد وغیرہ اور وقف بورڈ کے درمیان مقدمے بازی شروع ہوگئی۔ خاتمہ زمینداری کے بعد ۱۹۵۲ء میں درگاہوں کے مفاد میں وقف بورڈ سے تصفیہ کرلیا گیا۔ تاکہ جائیداد کو وقف تسلیم کرکے سرکار سے درگاہوں کے اخراجات کے لئے سالانہ گرانٹ منظور کرائی جاسکے۔ تصفیہ میں جائیداد موقوفہ میں ۱/۳ حصّہ خادمان و متولیان کا قرار پایا۔ بقیہ ۲/۳ حصہ مصارف درگاہ کا قرار پایا لیکن بدقسمتی سے وقف بورڈ نے تصفیہ پر عمل نہیں کیا اور آج بھی خادم و متولی پیرجی عثمان حسین و رئیس احمد وغیرہ اور وقف بورڈ کے درمیان مقدمے بازی عروج پر ہے جس کی وجہ سے سالانہ گرانٹ بند ہے۔ درگاہ کے روزمرّہ کے اخراجات چڑھاوے سے پورے کئے جارہے ہیں۔

موجودہ جدید تعمیر بندگان بریلوی کا نذرانہ عقیدت ہے اور بڑی زیارت شیخ شاہی کا چبوترہ پر پتھر گورنر کی خصوصی گرانٹ ۲۵ لاکھ روپیہ سے تعمیر کرایا گیا ہے۔ سجادہ نشین پیرجی عثمان حسین صاحب ہیں جو رسوماتِ عرس روایتی طور پر منعقد کراتے ہیں۔

قل شریف بعد فجر کے ۲۱ رمضان شاہ ولایت اور شیخ شاہی کا ۲۳ رمضان کو قل شریف کی فاتحہ ہوتی ہے۔